ماہنامہ

محدث

بنارس

نومبر و دسمبر ۲۰۲۴ء ◆ جمادی الاولی والآخرہ ۱۴۴۶ھ

کائنات میں اللہ کے علاوہ کسی کو کچھ اختیار نہیں ہے وہ تنہا مالک ہے	۲
اسلام اور نصرانیت: مشترکہ اقدار و تعلیمات	۹
نماز اور اصلاح معاشرہ	۲۳
فکری آزادی اور اس کے بعض حدود و ضوابط	۵۳
فتنہ وفساد کے خاتمہ میں اسلام کا کردار	۵۸

دار التالیف والترجمہ، بنارس، الہند

دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

مجلہ محدث بنارس

جلد: ۴۱
شمارہ: ۱۱-۱۲

جمادی الاولیٰ والآخرہ
۱۴۴۶ھ
نومبر و دسمبر
۲۰۲۴ء

اس شمارہ میں

۱-کائنات میں اللہ کے علاوہ کسی کو کچھ اختیار..	عبداللہ سعود سلفی	۲
۲-صحت و عافیت، ایک عظیم نعمت	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۴
۳-اسلام اور نصرانیت......	مدیر	۹
۴-مالی معاملات میں صحت کے قریب..	عبدالاحد احسن جمیل	۱۸
۵-نماز اور اصلاح معاشرہ	محمد محب اللہ محمدی	۲۳
۶-عقائد کے باب میں منہج سلف کی وسطیت	مامون رشید سلفی	۳۶
۷-حدیث المُوتان	عبدالعلیم سلفی	۴۵
۸-فکری آزادی اور اس کے بعض حدود......	طارق اسعد	۵۳
۹-فتنہ وفساد کے خاتمہ میں اسلام کا کردار	محمد ہاشم مدنی	۵۸
۱۰-میزبان رسول سیدہ ام ایوب رضی اللہ عنہا	ظل الرحمٰن فائق بندوی	۶۴
۱۱-اخبار جامعہ	مولانا دل محمد سلفی	۷۰
۱۲-باب الفتاویٰ	مولانا نور الہدیٰ سلفی	۷۵

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد ایوب سلفی

معاون مدیر
اسرار احمد ندوی

مجلس مشاورت
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا صلاح الدین مقبول مدنی
مولانا محمد یونس مدنی
ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر مدنی

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں
Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **INDIAN BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: IDIB000V509

ترسیل زر کا پتہ

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	300	روپئے
خصوصی تعاون:	1000	روپئے
بیرون ممالک:	50	ڈالر امریکی
فی شمارہ:	30	روپئے

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010

www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

کائنات میں اللہ کے علاوہ کسی کو کچھ اختیار نہیں ہے وہ تنہا مالک ہے

عبداللہ سعود سلفی

وَلَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ عِندَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ. يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ. أَمِ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ. لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ. لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ. أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَذَا ذِكْرُ مَن مَّعِيَ وَذِكْرُ مَن قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُم مُّعْرِضُونَ. (سورہ انبیاء:۱۹-۲۴) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پایا جاتا ہے سب اللہ کا ہے اور جو (آسمانوں وزمین کے باہر) اس کے پاس رہتے ہیں وہ سب اس کی بندگی سے تکبر وسرکشی نہیں کرتے ہیں، نہ ہی اس کی فرمانبرداری سے تھکتے ہیں۔ رات ودن وہ سب اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور ذرا بھی اکتاتے نہیں۔ تو پھر کیا ان لوگوں نے زمین کی چیزوں سے ایسے خدا بنا رکھے ہیں جو (مردوں کو) زندہ کر کے اٹھا سکتے ہوں؟ اگر آسمان وزمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا ہوتے تو آسمان وزمین کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ پس یہ لوگ جو وصف بیان کرتے ہیں (کہ یہ بھی معبود ہیں) عرش کا رب ان سب باتوں سے پاک ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جاتا اور ان سب سے باز پرس کی جائے گی۔ اگر ان لوگوں نے اس کے سوا کوئی معبود بنایا تو ان سے کہئے کہ اپنی دلیل پیش کرو۔ یہ (قرآن) بھی موجود ہے جس میں میرے ساتھیوں کے لئے نصیحت ہے اور وہ (کتابیں) بھی موجود ہیں جن میں مجھ سے پہلے لوگوں کے لئے نصیحت تھی۔ بات یہ ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے اس لئے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز و ہر مخلوق و ہر ذی روح اسی کی بنائی ہوئی ہے۔ آسمان ہو، زمین ہو یا عرش معلیٰ کی بات کی جائے ہر جگہ اسی کی تعریف ہوتی ہے۔ سب کا نظام بھی وہی اکیلا چلا رہا ہے۔ اگر ان آسمانوں وزمین میں دو خدائی ہوتی تو یہ سب درہم برہم ہو گیا ہوتا، اس لئے ہر شخص کو غور کرنا چاہئے کہ جو بھی معبودان جن کی پرستش و پوجا ہوتی ہے سب اسی زمین کے اجزاء سے بنائے جاتے ہیں جس کا خالق اللہ ہی ہے۔ چاہے کاغذ پر تصویر ہو، پتھر کی مورتی ہو، مرے ہوئے انسانوں کی قبر یا مجسم ہو، چاہے مٹی سے بنائیں یا سونا چاندی سے بنائیں، یا سونا چاندی کی ملمع کاری کریں، اگر ان کے اندر خدائی یا اوتاری یا دیوتا ہونے کا ہنر ہوتا تو مردہ کو زندہ کر سکتے۔ حقیقت ہے یہ سب باطل پرستوں کی خام خیالی ہے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں صرف گمان اور ظن ہے۔

قرآن شاہد ہے کہ اللہ کی ذات ہی حقیقی معبود ہے اور کائنات کا تنہا مالک اور مربی ہے۔ یہ سب بیان پہلی آسمانی کتابوں میں بھی آچکا ہے۔قرآن اللہ کا کلام ہے اور وہی اکیلا اس کا محافظ ہے۔ جب پوری دنیا کے جن وانس اس قرآن کو بدل نہیں سکتے تو اللہ کا فرمان کیسے غلط ہوسکتا ہے۔اس لئے جولوگ بھی اللہ کی ذات میں،اس کی کبریائی میں،اس کی رزاقی میں،اس کے اوصاف میں کسی کوبھی ہم پلہ، ہم مثل یا کسی طرح سے شریک یاوزیر مانیں وہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑے مجرم ٹھہریں گے اور بروز حساب حشر کے میدان میں اللہ ان شرکاء کوسامنے لا کھڑا کرے گا جن کی پرستش ہوتی رہی ہوگی، چاہے پتھر کے بت ہوں، یااولیاء ہوں یا انبیاء ہوں،اللہ سب مشرکین کے سامنے ان سے باز پرس کرے گا۔

سورۂ یونس(۲۸) میں ہے کہ:وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعاً ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِيْنَ أَشْرَكُواْ مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُون .اورجس دن ہم ان سب کوجمع کریں گے پھرمشرکوں سے کہیں کہ تم اورتمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ پھران کے درمیان سے اجنبیت کا پردہ ہٹادیں گے۔اس موقع پران کے شریک کہہ دیں گے کہ تم تو ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔

اورسورۂ روم(۱۲،۱۳) میں فرمایا:وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ . وَلَمْ يَكُن لَّهُم مِّن شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاء وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِيْن .اورجس دن قیامت قائم ہوگی،سارے مجرمین مایوس ہوجائیں گےاوران کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا اوروہ اپنے شریکوں کے منکر ہوجائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنی لاعلمی ظاہر کردیں گےاورخود ہمارے پیارے نبی حضرت محمدﷺ کوبھی عرض کرنا پڑے گا کہ اللہ کی وحدانیت کی شاہد قرآن مجید کو ہماری امت نے نظرانداز کردیا تھااس لئے قرآن کی واضح دلائل پرعمل کوچھوڑ کر گمراہی میں مبتلا ہوگئے تھے۔

☆☆☆

درس حدیث

صحت وعافیت،ایک عظیم نعمت

ڈاکٹرعبدالحلیم بسم اللہ

عَـنْ الْـعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی الله عنه قَال: قُلْت: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَسْأَلُهُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: "سَلِ اللَّهَ الْعَافِيَةَ"، فَمَكَثْتُ أَيَّامًا، ثُمَّ جِئْتُ، فَقُلْت: يَا رَسُولَ اللَّهِ! عَلِّمْنِي شَيْئًا أَسْأَلُهُ اللَّهَ، فَقَالَ لِي: "يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّ رَسُولِ الله، سَلِ اللَّهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ."

(جامع الترمذی: 3514،ومسنداُحمد:1783،وقال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وصحّحه أيضا الألبانی)۔

ترجمہ:

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا:اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز سکھائیے جسے میں اللہ رب العزت سے مانگتا رہوں،آپ نے فرمایا:’اللہ سے عافیت مانگو، پھر کچھ دن رک کر میں رسول اللہﷺ کے پاس حاضر ہوااور عرض کیا: مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جسے میں اللہ سے مانگتا رہوں،آپ نے فرمایا:’اے عباس!اے رسول اللہﷺ کے چچا!دنیاوآخرت میں عافیت طلب کرو۔

راوی حدیث:

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نبیﷺ کے چچا تھے،ان کی کنیت ابوالفضل تھی، نبیﷺ سے دوسال یا تین سال بڑے تھے،اسلام لانے سے قبل بیعتِ عقبہ میں انصارِ مدینہ کے پاس نبیﷺ کو لے کر حاضر ہوئے،غزوہ بدر میں مشرکین کے ساتھ نا چاہتے ہوئے کراہت کے ساتھ حاضر ہوئے اور مسلمانوں کے قیدی بن گئے پھر مسلمانوں سے اپنے آپ کواور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب کوفدیہ دے کرچھڑایااور مکہ واپس ہوگئے،ابن عبدالبررحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں سردار تھے،مسجدِ حرام کی نگرانی اورحاجیوں کے پانی پلانے کے ذمہ دار تھے،سخی اور فیاض تھے،لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے،بہت زیادہ صلہ رحمی کرتے تھے،بہترین اورصحیح رائے والے تھے،حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس سے جب بھی ان کا گزر ہوتا تو وہ دونوں آپ کےادب واحترام میں اپنی سواری سے نیچے اتر جاتے تھے،ان کےفضائل ومناقب بہت ہیں جوکتبِ سیر وتاریخ میں موجودہیں،آپ کی وفات مدینہ منورہ میں سن 32 ہجری میں 88 سال کی عمر میں ہوئی اورآپ کومقبرہ بقیع میں دفن کیا گیا۔

(مرعاۃ المفاتیح:1/52)،الاستیعاب:2/810،الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ:5/577،رقم4528)

شرح حدیث

صحت وعافیت ایک عظیم ترین نعمت ہے، یہ ایسی دولت ہے جس کا حقیقی اندازہ اس سے محروم شخص ہی کرسکتا ہے،عافیت کا

مطلب ہے دین ودنیااورآخرت میں ہرقسم کی پریشانیوں سے محفوظ رہنا،دین کی عافیت سے مراد ہے کہ ایک مومن شخص گمراہ کن شکوک وشبہات اورحرام خواہشات کے فتنوں سے محفوظ رہے۔اور دنیا کی عافیت سے مراد ہے کہ انسان ان تمام تکلیفوں، بیماریوں اورغموں سے محفوظ رہے جواس کی دنیوی زندگی کے عیش وآرام کومکدراور ناخوش گوار بناتی ہیں۔اورآخرت کی عافیت سے مراد ہے کہ انسان اللہ تعالی کے غضب اوراس کے عذاب اورجہنم سے محفوظ رہےاوراللہ تعالی کی خوشنودی اوراس کی جنت کو پاجائے۔

صحت وعافیت کے بغیر انسان کی زندگی بے کیف اور بدمزہ ہوجاتی ہے۔دنیا کی نعمتوں سے وہ لطف اندوزنہیں ہوپاتا، اس کے ساتھ ساتھ اس کے بال بچے اور رشتے دار بھی پریشان ہوجاتے ہیں،اسی لیے نبیﷺ نے اپنے چچا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو جب انہوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ مجھے کوئی دعا سکھائیں جسے میں اللہ سے مانگتا رہوں تو آپﷺ نے ان کونصیحت کی کہ آپ اللہ تعالی سے جب دعا کریں توصحت وعافیت کی دعا کریں،کچھ دنوں بعداور بعض طرق میں ہے کہ ایک سال کے بعدحضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پھر نبیﷺ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی دعا سکھائیں جسے میں اللہ سے کرتا رہوں تو آپﷺ نے کہااے چچاجان!'دنیاوآخرت میں عافیت طلب کرو'۔

شارحِ ترمذی علامہ محمدعبدالرحمن مبارکپوری اپنی کتاب تحفۃ الاحوذی(9/348) میں فرماتے ہیں:"أمره صلى الله عليه وسلم للعباس بالدعاء بالعافية بعد تكرير العباس سؤاله بأن يعلّمه شيئا يسأل الله به دليل جلى بأن الدعاء بالعافية لا يساويه شيء من الأدعية ولا يقوم مقامه شيء من الكلام الذى يدعى به ذو الجلال والإكرام"۔

''نبیﷺ کا اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو بار بارسوال کے بعد کہ انہیں کوئی چیز سکھادیں جسے وہ اللہ سے مانگتے رہیں یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صحت وعافیت کی دعا کے مساوی کوئی دعانہیں،اورنہ ہی اس کے برابرکوئی چیز ہے جس کے لیے رب ذی الجلال واکرام سے دعا کی جائے''۔

ایمان واسلام کی دولت کے بعدسب سے بڑی دولت مال وجاہ،جلال وجمال کی دولت نہیں بلکہ اپنے دین وایمان،اپنے اہل وعیال کی سلامتی اوراپنی صحت وعافیت کی دولت ہےجیسا کہ نبیﷺ نے فرمایا: مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ، مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا (جامع الترمذی:2346،وسنن ابن ماجہ:4141،ومسنداحمد: 34وحسّنه الترمذى والألبانى)''تم میں سے جس نے بھی صبح کی اس حال میں کہ وہ اپنے گھر میں امن وامان سے ہو، اور جسمانی لحاظ سے بالکل تندرست ہو،اوردن بھر کی روزی اس کے پاس موجود ہو،تو گویااس کے لیے پوری دنیا سمیٹ دی گئی''۔

لہٰذا ہرمسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنے رب ذوالجلال سے صحت وعافیت کی دعا کرے کیونکہ نبیﷺ صحابہ کرام کواس کی تلقین کیا کرتے تھےاوراسےایمان ویقین کے بعدسب سے عظیم نعمت قرار دیتے تھے،خلیفہ اول ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اسْأَلُوا اللَّهَ العَفْوَ وَالعَافِيَةَ، فَإِنَّ أَحَدًا لَمْ يُعْطَ بَعْدَ اليَقِينِ خَيْرًا مِنَ العَافِيَةِ.(جامع الترمذی:3558،ومسنداحمد:34 وصحّحه الألبانى).

''اللہ سے عفو ودر گزر اور عافیت طلب کرو، کیونکہ ایمان ویقین کے بعد کسی بندے کو عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں دی گئی''۔

نبی ﷺ اللہ تعالی سے خود صحت وعافیت کی دعا کرتے تھے،اور ہر قسم کی مصیبت و پریشانی اور بیماری سے پناہ مانگتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے یہ دعا تھی: اللهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِيعِ سَخَطِكَ (صحیح مسلم:2378)''اے اللہ!میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے زوال سے، تیری عافیت کے ہٹ جانے سے، تیری ناگہانی سزا سے،اور تیری ہر طرح کی ناراضگی سے''۔

نبی ﷺ کے پاس ایک صحابی آئے اور انہوں نے اللہ کے رسول سے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول ! جب میں اپنے رب سے مانگوں تو کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا:"تم کہو: اللهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَعَافِنِي، وَارْزُقْنِي (صحیح مسلم:2697)'اے میرے رب تو مجھے معاف فرما، میرے اوپر رحم کر، مجھے صحت وعافیت دے،اور مجھے رزق عطا فرما'۔

ساتھ ہی آپ ﷺ اپنے انگوٹھے کے سوا بقیہ چاروں انگلیوں کو ایک ایک کرکے بند کرتے گئے اور فرمایا:'یہ چاروں کلمات تمہارے لئے تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کو جمع کردیں گے'۔ان چار دعاؤں میں ایک دعا صحت وعافیت کی دعا ہے۔

نبی ﷺ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ جب بھی کوئی شخص حلقہ بگوش اسلام ہوتا تو سب سے پہلے آپ اسے نماز کا طریقہ سکھلاتے پھر اس کو حکم دیتے کہ ان کلمات کے ساتھ دعا کرے:اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي (صحیح مسلم:2697)"اے اللہ! تو مجھے معاف فرما، میرے اوپر رحم کر، مجھے ہدایت دے، مجھے صحت وعافیت دے،اور مجھے رزق عطا فرما"۔ان پانچ دعاؤں میں ایک دعا صحت وعافیت کی دعا ہے۔

وہ مقامات اور اوقات جہاں اللہ تعالی سے عافیت کا سوال کرنا مشروع ہے:

۱-قیام اللیل کی نماز کا آغاز کرتے وقت

عاصم بن حمید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: نبی ﷺ کن الفاظ سے قیام اللیل کا افتتاح کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا:تم نے مجھ سے وہ چیز پوچھی ہے جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی۔رسول اللہ ﷺ دس دفعہ اللہ اکبر، دس دفعہ الحمد للہ، دس دفعہ سبحان اللہ، دس دفعہ لا الہ الا اللہ اور دس دفعہ استغفر اللہ کہتے تھے، پھر فرماتے: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي، وَعَافِنِي اے اللہ! مجھے معاف فرما، مجھے ہدایت دے مجھے رزق عطا فرما اور مجھے صحت وعافیت دے(سنن النسائی:1617،سنن ابن ماجہ:1356وصححہ الألبانی)

۲-دوسجدوں کے درمیان

نبی ﷺ نماز میں ہر دو سجدوں کے درمیان اللہ تعالی سے عافیت کی دعا کرتے تھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول بين السَّجدتين: "اللهمَّ اغفِر لي، وارحَمني، وعافِني، واهدِني، وارزُقني ."اے اللہ! مجھے معاف فرما، میرے اوپر رحم کر، مجھے عافیت دے، مجھے ہدایت دے، مجھے

رزق عطا فرما (سنن أبي داود: 850 واللفظ لہ- جامع الترمذی: 284، سنن ابن ماجہ: 898 وحسّنہ الألبانی)

۳- قنوتِ وتر کی دعا میں

جیسا کہ نواسۂ رسول حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نانا نبی ﷺ نے مجھے قنوتِ وتر میں اس دعا کو پڑھنے کی تعلیم دی: اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ. " اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے ہدایت دی ہے مجھے بھی ان کے ساتھ ہدایت دے۔ اور جن کو تو نے عافیت دی ہے مجھے بھی ان کے ساتھ عافیت دے (یعنی ہر قسم کی برائیوں اور پریشانیوں وغیرہ سے) اور جن کا تو والی (دوست اور محافظ) بنا ہے ان کے ساتھ میرا بھی والی بن۔ اور جو نعمتیں تو نے عنایت فرمائی ہیں ان میں مجھے برکت دے۔ اور جو فیصلے تو نے فرمائے ہیں ان کے شر سے مجھے محفوظ رکھ۔ بلاشبہ فیصلے تو ہی کرتا ہے، تیرے مقابلے میں کوئی فیصلہ نہیں ہوتا۔ اور جس کا تو والی اور محافظ ہو وہ کہیں ذلیل نہیں ہوسکتا۔ اور جس کا تو مخالف ہو وہ کبھی عزت نہیں پاسکتا، بڑے برکتوں (اور عظمتوں) والا ہے تو اے ہمارے رب! اور بہت بلند و بالا ہے۔

(سنن أبي داود: 1425، جامع الترمذی: 464، سنن النسائی: 1745، سنن ابن ماجہ: 1178 وصحّحہ الألبانی)

۴- صبح وشام کے اذکار کے وقت

عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے اپنے والد ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو جان! میں آپ کو ہر صبح یہ دعا کرتے ہوئے سنتا ہوں: (اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي، اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي، اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ "(اے اللہ! مجھے میرے بدن میں آرام دے۔ اے اللہ! میرے کانوں کو سلامت رکھ، اللہ! میری نظر کو درست رکھ۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں"۔ آپ اسے تین بار صبح کے وقت اور تین بار شام کے وقت دہراتے ہیں، تو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کلمات کے ذریعے دعا کرتے ہوئے سنا ہے، لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ نبی ﷺ کی سنت کو اپناؤں۔ (سنن أبي داود: 5090، مسند أحمد: 20430 وحسّنه الألبانی)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ صبح کے وقت اور شام کے وقت ان کلمات کے ذریعے دعا کرنا کبھی نہیں چھوڑتے تھے یعنی اس کو ہمیشہ کرتے تھے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي.. ۔ اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں ہر طرح کے آرام اور راحت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے معافی اور عافیت کا طلب گار ہوں اپنے دین و دنیا میں اور اپنے اہل و مال میں"۔ (سنن أبي داود: 5074، سنن ابن ماجہ: 3871، مسند أحمد: 4785 وصحّحه الألبانی)

۵- سوتے وقت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بستر پر جائے تو یہ دعا کرے: اللھُمَّ خَلَقْتَ نَفْسِي وَأَنْتَ تَوَفَّاهَا، لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا، إِنْ أَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا، وَإِنْ أَمَتَّهَا فَاغْفِرْ لَهَا، اللھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ (صحیح مسلم:2712)"اے اللہ! میری جان کو تو نے پیدا کیا اور تو ہی اس کو موت دے گا، اس جان کی موت بھی اور زندگی بھی تیرے ہی لیے ہے، اگر تو اس کو زندہ رکھے تو اس کی حفاظت فرمانا، اور اگر تو اس کو موت دے تو اس کی مغفرت کرنا، اے اللہ! میں تجھ سے عافیت مانگتا ہوں"۔

۶-قبروں کی زیارت کے وقت

بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو جب قبروں کی زیارت کے لیے جاتے تو یہ دعا سکھاتے تھے: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا، إِنْ شَاءَ اللهُ لَلَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (صحیح مسلم:975)"سلامتی ہو مسلمانوں اور مومنوں کے ٹھکانے میں رہنے والو تم پر، اور ہم ان شاءاللہ ضرور تم سے ملنے والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت مانگتا ہوں"۔

۷-دشمن سے ملاقات کے وقت

عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَسَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوف (صحیح البخاری:3024، صحیح مسلم:1742)

اے لوگو! دشمن سے ملنے کی تمنا نہ کرو، اور اللہ سے عافیت طلب کرو، اور جب دشمن سے ملاقات اور جنگ ہو تو صبر و استقامت کے ساتھ ڈٹ جاؤ، اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

حدیث سے مستنبط مسائل:

۱-ایمان ویقین کے بعد سب سے عظیم نعمت صحت وعافیت ہے۔

۲-عافیت کی نعمت کا حقیقی اندازہ عافیت سے محروم شخص ہی کر سکتا ہے۔

۳-ایک مومن کو ہمیشہ دین ودنیا کی عافیت کی دعا کرتی رہنی چاہیے۔

۴-عافیت کی دعا اہم ترین دعاؤں میں سے ایک ہے۔

۵-مندرجہ ذیل مقامات اور اوقات میں خصوصی طور پر عافیت کی دعا کرنی چاہیے:

- قیام اللیل کی نماز کا آغاز کرتے وقت
- دو سجدوں کے درمیان
- قنوتِ وتر کی دعا میں
- صبح وشام کے اذکار کے وقت
- سوتے وقت
- قبروں کی زیارت کے وقت
- دشمن سے ملاقات کے وقت

☆☆☆

اسلام اور نصرانیت: مشترکہ اقدار و تعلیمات

مدیر

اسلام ایک منزل من اللہ دین ہے۔اس کی مکمل تعلیمات اللہ ربّ العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہیں، یہ دین دین توحید ہے اس میں ایک عبادت کا تصور بالکل واضح طور پر موجود ہے۔اس مذہب کے اندر غیراللہ کی عبادت اور شرکیہ وکفریہ اعمال وعقائد کی قطعی گنجائش نہیں ہے اللہ تعالیٰ قرآن مقدس کے اندر ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات:56) میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ (النساء:36) اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة وذلك دين القيمة﴾ (البینۃ:5) انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں یکسو ہو کر، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی نہایت درست دین ہے۔

اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (سورۃ النحل:36) ہم نے ہر امت کے اندر ایک رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے اجتناب کرو۔اس قسم کی بے شمار آیات قرآنیہ ہیں جو دین اسلام کے دین توحید ہونے پر دلالت کر رہی ہیں توحید وہ عقیدہ ہے جسے اپنا کر ایک انسان دنیا کے تمام معبودانِ باطلہ سے کٹ کر ایک اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس دین کے اندر یہ تعلیم دی گئی ہے ارشاد ہے: ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الانعام:162، 163) آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں پہلا مسلمان ہوں۔یہی دعوت توحید تمام انبیاء کرام کی دعوت تھی، تمام انبیاء ورسل کی بعثت اس لئے ہوئی تھی کہ وہ دنیا اور اپنی قوم کے اندر توحید کی دعوت کو عام کریں اور انسانوں کو ایک اللہ کی عبادت کا پابند بنائیں چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا: ﴿وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ من الْمُسْلِمِين﴾ (یونس: 72) اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں مسلمانوں میں سے ہو جاؤں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ﴿فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ﴾ (یونس:84) اگر تم مسلمان ہو تو اُس پر بھروسہ کرو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا:﴿ماقلت لهم الاما أمرتني به ان اعبدوا الله ربي و ربكم و كنت عليهم شهيدا مادمت فيهم﴾ (المائدہ:۱۱۷) میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو تو نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں رہا۔

مذہب اسلام نے انسانوں کو ایک اللہ کی عبادت کا تصور دیا شرک اور معبودان باطلہ کی عبادت سے روکا دین توحید پر قائم رہ کر ہی انسان اشرف المخلوقات اور مکرم ومحترم بن سکتا ہے دراصل اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے انسان کو اعلی مقام عطاء کیا اور اسے مکرم ومشرف قوم کی حیثیت دی،ارشاد ربانی ہے:﴿ولقد كرمنا بني آدم وحملنا هم في البر و البحر ورزقناهم من الطيبات وفضلناهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا﴾(بنی اسرائیل:۷۰) یقیناً ہم نے اولا دآدم کو بڑی عزت دی اور انھیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انھیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔

اسلام اعلی اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور دنیوی امور کو بھی باحسن طریق انجام دینے کی رہنمائی فرماتا ہے،اسلام کا مختصر تعارف پیش کرنے کے بعد ہم نصرانیت پر بھی مختصر گفتگو کریں گے پھر اسلام اور نصرانیت کے مشترکہ اقدار پر قدرے تفصیل سے گفتگو کرنے کی کوشش کریں گے۔آبادی کے اعتبار سے نصرانیت اس وقت دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے یہودیت کی طرح نصرانیت بھی ابراہیمی مذہب کی ایک شاخ ہے،انسائکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں نصرانیت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے وہ مذہب جو اپنی اصلیت کو ناصرہ کے باشندے یسوع کی طرف منسوب کرتا ہے اور اسے خدا کا منتخب(مسیح) مانتا ہے(انسائکلو پیڈیا آف برٹانیکا مقالہ عیسائیت:۶۹۳/۵) انسائکلو پیڈیا آف ریلی جن اینڈ اتھکس کا مقالہ نگار مسٹر گاورے عیسائیت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے یہ وہ اخلاقی،تاریخی،کائناتی مؤحدانہ اور کفارے پر ایمان رکھنے والا مذہب ہے جس میں خدا اور انسان کے تعلق کو خداوند یسوع کی شخصیت اور کردار کے ذریعہ پختہ کر دیا گیا ہے،دیکھیے:الہامی مذاہب کے مشترکہ اقدار تحقیق وتصنیف ڈاکٹر آسیہ رشید ص:۷۹ اسلام اور نصرانیت کے اندر کچھ ایسے اقدار اور کچھ ایسی تعلیمات ہیں جن میں اشتراک ہے۔

ذیل میں اسلام اور نصرانیت کے درمیان مشترکہ اقدار وتعلیمات کی قدرے وضاحت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

نصرانیت اور عقیدہ توحید:

جیسا کہ واضح کیا گیا ہے کہ اسلام خالص توحید کا مذہب ہے۔واضح ہو کہ نصرانیت کے اندر بھی عقیدہ توحید کا تصور پایا جاتا ہے نصرانیت(عیسائیت) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین ہے،مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول مانتے ہیں اور ان کی قدر کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے پیغمبر تھے اور اسلام میں تمام پیغمبروں پر ایمان لانے کو واجب قرار دیا گیا ہے اسلام واحد غیر مسیحی مذہب ہے جو مسیحیت کو مانتا اور اسے اپنے وقت کا سچا دین قرار دیتا ہے،حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

توحید کی دعوت دی قرآن مقدس کے اندر واضح کیا گیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّـهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ﴾ (المائدہ:۱۱۷) میں نے ان سے وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اے لوگو تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی خدائی صفات کے حامل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب ایک بھی بیان ایسا نہیں ڈھونڈا جا سکتا ہے جس میں آپ نے یہ کہا ہو کہ میں خدا ہوں یا یہ کہا ہو کہ میرے سامنے سجدہ کرو جب کہ اس کے برعکس بیانات عہد نامہ جدید میں جگہ بجگہ ملتے ہیں جیسے آسمانی باپ سب سے عظیم ہے (عہد نامہ جدید انجیل یوحنا۱۰:۲۹)

میں شیطانی قوتوں کو خدا کی مدد سے نا کام بنا دیتا ہوں۔(عہد نامہ جدید انجیل متی۱۲:۲۸)

خدا کی انگلی کے اشارے سے شیطان بھاگ نکلتے ہیں (عہد نامہ جدید انجیل لوقا۱۱:۲۰) موجودہ عیسائیت عقیدہ تثلیث پر قائم ہے جبکہ تثلیث کے بجائے توحید کی مثالیں ہمیں موجودہ عہد نامہ جدید میں بھی ملتی ہیں انجیل مرقس میں لکھا ہے کہ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے (عہد نامہ جدید مرقس۱۲:۲۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چاروں اناجیل کے اندر ۷۰ مرتبہ اپنے آپ کو ابن آدم کہا ہے (عہد نامہ قدیم متی باب ۸، ۱۱، ۱۶) مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ نصرانیت کے اندر توحید کا عقیدہ پایا جاتا ہے اور اگر اس مذہب کے ماننے والے اگر اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں تو وہ اسلام سے قریب ہو سکتے ہیں۔

اسلام، نصرانیت اور عقیدہ رسالت: عقیدہ رسالت اسلام کا اہم عقیدہ ہے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ رسالت کو تسلیم نہ کر لے ہمارے نبی محمد ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء ورسل تشریف لائے ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔

جن انبیاء کرام کا نام بالتفصیل مذکور ہے ان پر بھی اور جن انبیاء کرام کا نام مذکور نہیں ہے ان پر بھی مجملا ایمان لانا ضروری ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (البقرۃ:۴،۵) اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں پچھلی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء آئے وہ برحق تھے اور ان پر جو کتابیں اتاری گئیں وہ بھی سچی تھیں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ﴾ (البقرۃ:۱۷۷) اور ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب پر، اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔ حدیث جبرئیل

کے اندر ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے سوال کیا: یا محمد ما الایمان قال أن تُؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر، وتؤمن بالقدر خيره وشره (بخاری:۵، ومسلم:۹) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ اے محمد ایمان کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر، اللہ کے فرشتوں پر، اللہ کے رسولوں پر، اللہ کی کتابوں پر، یوم آخرت پر، اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لاؤ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے پیغمبر ہیں ہم بھی انہیں اللہ کا پیغمبر اور برحق مانتے ہیں اور ان کے اللہ کے پیغمبر ہونے اور انکی رسالت پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں اور یہ حق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے انہوں نے کبھی بھی خدائی صفات سے متصف ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ کس مقصد کے لئے مبعوث ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ سے پہلے آنے والی شریعت یعنی یہودی دین کی تصدیق کرنے اور اسے مزید مستحکم کرنے کے لیے بھیجا۔ انجیل متی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب اس بیان سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے یہ گمان مت کرو کہ میں (سابقہ) دین اور پیغمبروں (کی تعلیمات) کو ختم کرنے آیا ہوں میں انہیں ختم کرنے نہیں بلکہ ان کی تکمیل کرنے آیا ہوں مجھے آپ لوگوں سے یہ کہنا ہے کہ چاہے آسمان وزمین ٹوٹ پڑیں میں اللہ کے دین سے ذرہ برابر بھی نہیں ہلوں گا یہاں تک کہ اس کو مکمل کردوں (عہد نامہ جدید متی ۵:۱۸) عہد نامہ جدید کے اندر متعدد مقامات پر عیسیٰ علیہ السلام کے مشن کی پیغمبرانہ نوعیت کا تذکرہ ملتا ہے۔ جو الفاظ تم سن رہے ہو وہ میرے نہیں بلکہ آسمانی باپ کے ہیں جس نے مجھے بھیجا ہے (عہد نامہ جدید انجیل یوحنا ۱۴:۲۴) اور ایک جگہ آپ کے مشن کے بارے میں فرمایا گیا اور یہ زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے تا کہ وہ جان لیں کہ تم ہی سچے خدا ہو اور عیسیٰ مسیح جسے تو نے بھیجا ہے (عہد نامہ جدید انجیل یوحنا ۱۷:۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف اللہ کے آخری رسول تھے آپ نے اپنی قوم سے کہا کہ وہ ایمان لائیں کہ تو (خدا) ہی نے مجھے بھیجا ہے (عہد نامہ یوحنا ۱۱:۴۱،۴۲) یسوع نے پکار کر کہا جو مجھ پر ایمان لاتا وہ مجھ پر نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے پر ایمان لاتا ہے (عہد نامہ جدید یوحنا ۱۲:۴) اس قسم کے بہت سارے حوالہ جات ہیں جن سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نصرانی بھی رسالت کو مانتے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر مانتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے بعض اعتقادات اہل اسلام کے خلاف ہیں ان کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

اسلام، نصرانیت اور عقیدۂ آخرت:

اسلام کے اندر آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے اور آخرت پر ایمان لائے بغیر کوئی مومن نہیں ہوسکتا جیسا کہ مذکورہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ اور حدیث جبرئیل میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ عقیدہ آخرت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ سارے انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور ان کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا اور جنت یا جہنم کا فیصلہ ہوگا آخرت کی زندگی دائمی ہوگی، نصرانیت کے اندر بھی آخرت کا تصور پایا جاتا ہے، موت کے بعد زندگی کے وجود کے تصور کے متعلق متی میں لکھا ہے

قیامت پر ایمان کی جڑ اس اعتماد میں ہے کہ چونکہ خدا زندہ خدا ہے اس لیے وہ اپنے لوگوں کو موت کی حالت میں نہیں رہنے دے گا (عہدنامہ جدید متی۲۲: ۳۲) عہد نامہ جدید بھی اس حقیقت کو بیان کرتا ہے تمام لوگ جی اٹھیں گے (عہد نامہ جدید یوحنا ۵: ۲۸، ۱۲۹ اعمال ۲۴: ۱۵)

مزید آخرت کے تصور سے متعلق لکھا ہے جی اٹھے جسم کی فطرت موجودہ تجربہ سے بڑھ کر ہے۔

(عہد نامہ جدید کرنتھیوں اول ۱۵: ۳۵، ۳۷)

قیامت میں بدن کی حقیقت کیا ہوگی اس کے متعلق بنیادی خیال یہ ہے کہ یہ ایک حقیقی بدن ہوگا (عہد نامہ جدید کرنتھیوں اول ۳۵ تا ۴۲) جو انسانی بدن کا ایک تسلسل یا توسیع ہوگی عہد نامہ جدید کرنتھیوں ۳۶، ۳۷) اس قسم کے بہت سارے اقتباسات ہیں جن سے نصرانیت کے اندر تصور آخرت کا ثبوت ملتا ہے۔

اسلام نصرانیت اور موت: موت ایک زندہ حقیقت ہے جسے قرآن وحدیث کے اندر متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے: اللہ یتوفی الأنفس حین موتھا (الزمر۴۲) اللہ ہی جانوں کو نکالتا ہے جب اس کی موت واقع ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کل نفس ذائقة الموت (آل عمران:۱۸۵) ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

نصرانیت کے اندر بھی موت کا واضح تصور پایا جاتا ہے۔ ہاں نصاری کے یہاں موت دو قسم کی ہے ایک جسمانی دوسری روحانی۔

قاموس الکتاب میں لکھا ہے موت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس میں جسم تو مر جاتا ہے لیکن روح نہیں مرتی جیسا کہ انجیل متی میں ہے اور دوسری وہ جو روح اور جسد دونوں کو شامل ہوتی ہے۔ (متی۱۰: ۲۸، ۲۲۰، الیوم الآخر بین الیھودیة والمسیحیة والاسلام ص:۱۷) موت سے متعلق آخری رسوم جیسے میت کو غسل دینا اسے کفن پہنانا اور دفن کرنا یہودیت عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں مشترک ہیں۔ اسلام اور نصرانیت کے نظام اخلاق: اسلام کا نظام اخلاق بہت ہی منظّم، جامع اور مخلوقات کے ساتھ ہر قسم کی بھلائی کرنے پر مبنی ہے، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إنک لعلی خلق عظیم﴾ (القلم:۴) اور بے شک تو بہت (عمدہ) اخلاق پر ہے، خلق عظیم سے مراد وہ تہذیب وشائستگی، نرمی وشفقت امانت وصداقت، حلم وکرم اور دیگر اخلاقی خوبیاں ہیں جن میں آپ نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھے اور نبوت کے بعد ان میں مزید بلندی اور وسعت پیدا ہوئی۔ حدیث میں بھی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أحسن الناس خلقا (متفق علیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے حامل تھے، بہت ساری حدیثوں کے اندر حسن خلق کی اہمیت وفضیلت واضح طور پر موجود ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل ہی بتایا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: إنما بعثت لأتمم مکارم الأخلاق (مسند احمد: ۸۹۵۲ والبزار: ۸۹۴۹ والبانی فی السلسلة الصحیحة: ۴۵)

مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کردوں۔

نصرانیت کے اندر بھی اخلاقی تعلیمات بڑے ہی واضح طور پر موجود ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عفو در گزر کرنے کی تعلیم دی ہے۔ فرماتے ہیں مبارک ہیں جو دل کے قریب ہیں جو حلیم ہیں راست بازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں جو رحم دل ہیں جو پاک دل ہیں جو صلح کراتے ہیں جو راست بازی کے سبب ستائے گئے (عہد نامہ جدید متی: ۴، ۵، ۶، ۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس خلق حسن کو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول قرار دیتے ہیں جو ریا کاری اور دکھاوے سے پاک ہوں خبردار اپنی راست بازی کے کام آدمی کے سامنے دکھاوے کے لیے نہ کریں نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسمان میں ہے تمہارے لیے کچھ اجر نہیں ہے پس جب تو خیرات کرے تو اس کی بڑائی کرے تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکا ہے بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا دایاں ہاتھ کرتا ہے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے تاکہ تیری خیرات پوشیدہ رہے اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا (عہد نامہ جدید متی ۶: ۳، ۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات ان الفاظ کے ساتھ بھی مذکور ہیں اور تم سن چکے ہو کہ اگلوں نے کہا کہ خون نہ کرنا اور جو کوئی خون کریگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا اور جو کوئی اپنے بھائی کو پاگل کہے گا وہ صدر عدالت کی اور جو کوئی احمق کہے گا وہ آتش جہنم کا سزاوار ہوگا تم سن چکے ہو تم سے کیا کہا گیا تھا، آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت لیکن میں کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا لیکن جو کوئی تیرے دائیں گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اگر کوئی تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لینے دے جو تجھ سے قرض مانگے اسے دے دے اور جو قرض چاہے اس سے منہ نہ موڑ (عہد جدید متی: ۴۲) نصرانیت کے اندر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے غیر محرم عورتوں کی طرف نہ دیکھنے اور صدقہ و خیرات کرنے وغیرہ کی تعلیمات بھی موجود ہیں یہ ساری تعلیمات (عہد جدید متی ۱۵: ۴۳، ۴۴ باب ۱۵ اور ۵: ۲۷، ۲۹) میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

ظلم کو عیسائیت کے اندر بھی ناپسندیدہ اخلاق قرار دیا گیا ہے لوقا میں ہے نہ کسی پر ظلم کرو (لوقا ۳: ۱۴) جھوٹ سے منع کیا گیا ہے ایک دوسرے سے جھوٹ مت بولو (کلسیون ۳: ۹) جھوٹی قسم کھانے سے بھی منع کیا گیا ہے جھوٹی قسم نہ کھانا؛ (عہد نامہ جدید متی ۵: ۳۳)

اسلام، نصرانیت اور سود:

معاشیات کے اندر سود ایک بہت ہی خطرناک اور مضر چیز ہے اسلام نے اس کو قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (البقرة: ۲۷۵) اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا ہے، نصرانیت میں بھی سود کو غیر اخلاقی اور ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے حزقی ایل میں لکھا ہے سود پر لین دین کرے تو کیا وہ زندہ رہے گا؟ وہ زندہ نہ رہے گا، اس نے یہ سب نفرتی کام کیے ہیں وہ یقیناً مرے گا اس کا خون اسی پر ہوگا (عہد نامہ حزقی ایل ۱۸: ۱۳) نیز یہ بھی لکھا ہے کہ غریب سے دستبردار ہو اور سود پر لین دین نہ کرے میرے احکام پر عمل کرے میرے آئین پر چلے وہ اپنے

باپ کے گناہوں کے لیے نہ مرے گا وہ یقیناً زندہ رہے گا (عہد نامہ قدیم حزقی ایل ۱۸: ۱۷) اس قسم کے اور بھی اقتباسات ہیں جن سے نصرانیت کے اندر سود کے ناپسندیدہ ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

اسلام نصرانیت اور شراب:

شراب اسلام میں حرام ہے بلکہ اسے ام الخبائث قرار دیا گیا ہے شراب کی حرمت کے بہت ساری دلیلیں قرآن وسنت اور سلف کے اقوال کے اندر ہیں یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے، اسی طرح شراب تمام الہامی مذاہب میں ممنوع ہے اور شراب پینا غیر اخلاقی تصور کیا جاتا ہے عہد نامہ جدید میں شراب کی ممانعت کو یوں بیان کیا گیا ہے پس خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل شراب کے خمار اور نشے اور زندگی کی فکروں سے سست ہو جائیں اور دن تم پر پھندے کی طرح ناگہاں آ پڑے (عہد نامہ جدید لوقا ۲۱: ۳۴) لوقا میں لکھا ہے کہ نہ مے نہ کوئی شراب پیے گا (عہد نامہ جدید لوقا ۱: ۱۵) افسیوں میں لکھا ہے شراب کے متوالے نہ بنو(عہد نامہ جدید افسیوں ۵: ۱۸)

اسلام نصرانیت اور زنا:

زنا کی حرمت اسلام میں بالکل واضح ہے اسے سخت سماجی معاشرتی برائی قرار دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (الاسراء: ۳۲) خبردار زنا کے قریب بھی نہ بھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی اور بہت ہی بری راہ ہے. نصرانیت کے اندر بھی زنا کی حرمت واضح طور پر موجود ہے انجیل متی میں لکھا ہے تم اگلے لوگوں سے سن چکے ہو کہ زنا بہت بری بات ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جو شخص پرائی عورت کی طرف بری نظر سے دیکھتا ہے وہ دل میں زنا کا مرتکب ہو چکا اس لیے اگر تمہاری آنکھ یا ہاتھ ایسی حرکت کرے تو اسے کاٹ کر پھینک دیں (عہد نامہ جدید متی ۵: ۲۷، ۲۸، متی ۱۹: ۹، ۱۸)

عہد نامہ جدید میں متعدد جگہ آیا ہے کہ 'زنا نہ کرو' (عہد نامہ جدید متی) یعقوب میں لکھا ہے 'زنا نہ کر اس لئے کہ جس نے یہ فرمایا کہ زنا نہ کر اسی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خون نہ کر' (عہد نامہ جدید یعقوب)

اسلام نصرانیت اور چوری:

چوری اسلام میں حرام ہے اور چوری کرنے والے پر حد جاری کرنے کا حکم دیا گیا ہے فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (المائدہ: ۳۸) چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور عذاب، اور اللہ تعالیٰ قوت و حکمت والا ہے۔

اسی طرح نصرانیت میں بھی چوری کو حرام اور ناجائز فعل قرار دیا گیا ہے لوقا میں لکھا ہے 'چوری نہ کر' (عہد نامہ جدید لوقا: ۱۸: ۲۰، متی ۱۹: ۱۸، مرقس ۱۰: ۱۹) متی میں یہ بھی لکھا ہے ''مگر جو باتیں منہ سے نکلتی ہیں وہ دل سے نکلتی ہیں اور وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں کیونکہ برے خیال، خون ریزیاں، زنا کاریاں، حرام کاریاں چوریاں جھوٹی گواہیاں بدگوئیاں دل ہی سے نکلتی ہیں

یہی باتیں ہیں جو آدمی کو ناپاک کرتی ہیں‘‘ (عہد نامہ جدید متی ۱۵: ۱۸، ۱۹: ۲۰)

اسلام نصرانیت اور قتل:

اسلام میں قتل سخت گناہ اور بہت بڑا جرم ہے قرآن مقدس کے اندر اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿مَن قَتَلَ نَفۡسًا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ أَوۡ فَسَادٍ فِي الۡأَرۡضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنۡ أَحۡيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحۡيَا النَّاسَ جَمِيعاً﴾ (المائدہ:۳۲) جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا قرآن وسنت کے اندر قتل کی حرمت پر بے شمار دلائل موجود ہیں نصرانیت کے اندر بھی قتل کو ممنوع اور حرام قرار دیا گیا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے تم سن چکے ہو اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کرنا اور جو کوئی خون کرے گا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصہ ہوگا وہ عدالت کی سزا کا مستحق ہوگا اور جو کوئی اپنے بھائی کو پاگل کہے گا وہ صدر عدالت کی سزا کے لائق ہوگا اور جو کوئی اس کو احمق کہے گا وہ آتش جہنم کا سزاوار ہوگا (عہد نامہ جدید متی ۵: ۲۱، ۲۲) متی میں لکھا ہے ’’جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور روح کو قتل نہیں کر سکتے ان سے نہ ڈرو بلکہ اس سے ڈرو جو روح اور بدن دونوں کو جہنم میں ہلاک کر سکتا ہے‘‘ (عہد نامہ جدید متی ۱۰: ۲۸) نیز یہ بھی ہے تو خون نہ کرنا (عہد نامہ جدید متی ۵: ۲۱، متی ۱۹: ۱۸، مرقس ۱۰: ۱۹)

مذکورہ حوالوں سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ محرمات جو اسلام میں ہیں وہ عیسایت بلکہ یہودیت کے اندر بھی ہیں کیونکہ وہ بھی آسمانی والہامی مذاہب ہیں، اہل اسلام کی طرح یہود ونصاری بھی اگر ان محرمات سے بچیں اور اپنے مذہبی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں تو دنیا کے اندر کافی حد تک امن کا قیام ممکن ہو سکتا ہے۔

اسلام نصرانیت اور عبادات:

اسلام میں عبادات کا تصور بالکل واضح ہے بلکہ قرآن مقدس کے بیان کے مطابق اللہ تعالی نے انس وجن کو محض اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے ارشاد ربانی ہے:

وما خلقت الجن والإنس إلاليعبدون (الذاریات:۵۶) میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

نصرانیت کے اندر بھی دعا اور عبادت کا تصور پایا جاتا ہے لوقا میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی شاگرد نے نماز کی خاص دعا دریافت کی تو آپ نے بتائی اور فرمایا کہ دعا کا بہترین وقت آدھی رات ہے اور ایسا ہوا کہ وہ ایک جگہ دعا مانگ رہا تھا جب مانگ چکا تو اس کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا کہ اے خداوند ہم کو دعا مانگنا سکھا جیسا کہ یوحنا نے اپنے شاگردوں کو سکھایا اس نے ان سے کہا جب تم دعا مانگو تو کہو اے باپ تیرا نام پاک مانا جائے۔

تیسری بادشاہی آئے ہماری روزی روٹی ہمیں ہر روز عطا کر ہمارے گناہ معاف کر (عہد نامہ جدید لوقا ۱۱: ۲۲، ۳۹)

انجیل کے اندر صبح کی نماز و دعا کا ذکر بھی موجود ہے اور صبح ہی دن نکلنے سے بہت پہلے وہ اٹھ کر نکلا اور ایک ویران جگہ میں گیا اور وہاں دعا کی (عہد نامہ جدید مرقس ۲: ۳۵)

نصرانیت کے مختلف فرقوں میں نماز کے طریقے الگ الگ ہیں ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

اسلام کی طرح نصرانیت کے اندر بھی صدقہ وخیرات کی تلقین کی گئی ہے لوقا کی انجیل کے اندر خیرات کے احکام واضح ہیں دو اور تم کو دیا جائے گا جو تم سے سوال کرے اس کو دو اور جو تمہارے اسباب لے جائے اس سے واپس نہ مانگو اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرو ان کو قرض دو اور نا امید نہ کرو تمہارا انعام بہت بڑا ہوگا اور تم اس ارفع و اعلیٰ ذات کے فرزند بن جاؤ گے کیونکہ وہ ناشکر گزار اور بد آئین کے ساتھ بھی مہربانی کرتا ہے (عہد نامہ جدید لوقا ۶: ۳۰ تا ۳۵)

اسلام میں روزہ ایک اہم عبادت ہے بلکہ رمضان المبارک کے مہینے میں ایک ماہ کا روزہ فرض قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ (البقرۃ: ۱۸۵) تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے اس میں روزہ رکھنا چاہیے اسلام میں فرض روزے کے ساتھ نفلی روزے بھی ہیں عیسائیت کے اندر بھی روزے کے احکام موجود ہیں گرچہ اس کی شکلیں الگ ہیں چنانچہ فرمایا گیا ہے یسوع مسیح نے تسلیم کیا کہ ان کے پیروکار روزہ رکھیں گے اور یہ تعلیم بھی دی کہ روزہ انسان کو دکھانے کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے لیے رکھا جائے (عہد نامہ جدید متی ۱۶ تا ۱۸) نصرانیت کے مختلف فرقوں میں روزے کے احکام اور شکلیں الگ الگ ہیں اور اس سلسلے میں ان کے یہاں کافی اختلاف پایا جاتا ہے نصرانیت کے اندر حج کا تصور اسلام سے کچھ الگ ہے (Encyclopedia of religion and ethics) میں درج ہے کہ حج ایسے سفر کو کہتے ہیں جو متبرک مقامات کی زیارت کے لیے کیا جائے مثلاً ہمارے آقا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے دنیوی زندگی کے مناظر فلسطین میں، یا رہنمایان مذہب کے آستانے روما میں، یا خدا رسیدہ درویشوں اور شہداء کے متبرک مقامات (آستانے)

(Encyclopedia of religion and ethics volx(10) p:18)

یہ چند اقدار ہیں جو نصرانیت اور اسلام میں قدرے مشترک ہیں دراصل یہ اشتراک اصل نصرانیت کے اندر ہے ورنہ موجودہ نصرانیت بالکل دہریت پر مبنی ہے ان کے یہاں اپنے مذہب کی بھی کوئی قدر نہیں بلکہ موجودہ نصرانیت اس وقت کے مذہبی رہنماؤں اور عیسائی راہبوں کی ذاتی رائے اور فکر پر قائم ہے لہٰذا اس وقت نصرانیت اور یہودیت کسی سے بھی مفاہمت ممکن نہیں مناسب ہے کہ ہم انہیں ان کے اصلی دین عیسائیت اور اسلام کے مشترکہ اقدار کو ان کے سامنے پیش کر کے انہیں اسلام کی دعوت دینے کی کوشش کریں اللہ ہمیں حق کو سمجھنے اور حق پر چلنے کی توفیق دے، آمین۔

☆☆☆

مالی معاملات میں صحت کے قریب فقہی مسلک

عبدالاحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

شریعت اسلامیہ کی بنیاد انسانی حقوق کی بقا اور اس کی تکمیل واصلاح پر مبنی ہے، اسی لئے اسلام نے ہر اس کام کے کرنے کو روا رکھا ہے جس میں انسانوں کے لئے فائدہ ہے اور ہر اس کام سے روکا ہے جس میں اس کے لئے نقصان ہے، اب اس کا تعلق چاہے دنیاوی امور سے ہو یا اخروی امور سے۔ اسی لئے اسلام نے ہر اس وسیلہ کو اختیار کرنے پر ابھارا ہے جس سے اس مقصد کو حاصل کرنا ممکن ہو سکے اور ہر اس وسیلہ سے منع کیا ہے جس سے اس مقصد کو حاصل کرنے میں کسی طرح کا خلل واقع ہو۔

ان مقاصد میں سب سے اعلی وارفع مقصد ضروریات خمسہ (دین، نفس، نسل، عقل، مال) کا حصول وحفاظت اور اس کی اصلاح وتکمیل ہے، جس کے بغیر انسانی زندگی کے وجود وبقا کا تصور نہیں ہے، اور یہ تمام وہ چیزیں ہیں جن سے انسان کسی بھی صورت میں مستغنی نہیں ہوسکتا، دوسرے نمبر پر حاجیات ہیں کہ اگر اس میں خلل پایا جائے گا تو ان پانچوں میں سے کسی نہ کسی میں کوئی بڑا خلل ضرور وجود میں آئے گا، اور پھر تحسینیات کا نمبر آتا ہے، جو خلل کا موجب عموما تو نہیں ہوتا لیکن اس میں لاوبالی پن اوپر والے درجات میں بھی لاوبالی پن کا سبب ہوسکتا ہے۔

معاملات خصوصا معاملات مالیہ پر نظر رکھنے والا انسان اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ اسلام کی تعلیمات اس معاملہ میں بھی کتنی منظم اور مستحکم ہیں کہ اسلام نے انسان کو ان مقاصد کے حصول سے وجود وعدم کسی بھی جانب سے منفصل یا الگ نہیں کیا ہے۔

جانب وجود سے ہم نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے اسلام نے مال کو ضروریات میں سے اس لئے قرار دیا ہے کیوں کہ اس کے بغیر انسان کے مصالح دنیاوی واخروی کا اکمال ممکن نہیں اسی لئے اسلام نے انسان کو مال کمانے اور اس کی حفاظت کے طور طریقوں کو اپنانے پر بہت زور دیا ہے، کیوں کہ اس کے بغیر انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا۔

جانب عدم سے جب ہم اس پر نظر ڈالتے ہیں تو پاتے ہیں کہ اسلام نے مال غیر پر اعتداء کے تمام راستوں کو مسدود قرار دیا، اور مال کو ضائع کرنے سے روک کر بھی اسلام نے مال کی حفاظت کرنے کا راستہ دکھلایا، اور دھوکہ دھڑی سود اور غلط راستوں کو مسدود کرنے اور کسی کا مال ضائع ہونے پر ضمان اور بدلہ وغیرہ کے ذریعہ اس کے حقوق کو محفوظ بنایا، اور اگر انسان کے مال کو لوٹنے کی کوشش کی جاتی ہے تو لوٹنے والے سے قتال کرنے اور اپنے مال کو بچانے اور حفاظت کرنے کا حکم دیا اور اگر کوئی مال کی

حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جاتا ہے تو اس کو شہید کا درجہ دیا جاتا ہے۔

اسلام کے اسی اہتمام کی وجہ سے علماء نے اس باب کے قواعد وضوابط کے بیان کرنے کا خوب اہتمام کیا اور اس کی اہمیت کو بیان کرنے کے لئے کتابیں تالیف کیں، پھر جب ائمہ اربعہ کا دور آیا تو ہر امام کے متبوعین نے اپنے امام کے اصول اور ان کے بنائے ہوئے طریقہ کے مطابق مالی معاملات کی وضاحت کرنے کی کوششیں کیں، آگے چل کر تقلید جامد کا دور آیا اور ہر مسلک کے ماننے والوں نے اپنے مسلک کے علماء کا دفاع کرنے کے لئے دوسرے مسالک کے علماء کو نیچے گرانے کی بھی کوشش کی، اور ستم ظریفی یہ کہ صرف اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ حدیثیں گڑھ کر اپنے امام متبوع کا دفاع کرنے کی کوشش کی گئی، اور تمام مسالک کے لوگ اپنے امام کے فقہ کی فضیلتیں بیان کرنے لگے اور یہ دکھلانے لگے کہ ہمارے امام کا مسلک اور مذہب ہی صحیح ہے، لیکن یہ بات اور حکم دلیل کا محتاج ہے، اور اس مدقق ومحقق کا محتاج ہے جس نے ان تمام مسالک کو پورے انصاف اور بلاتعصب کے دیکھا اور پڑھا ہو اور اس کی تحقیق کی ہو، چنانچہ ہم اس بحث میں علماء کے اقوال کی نظر میں یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ معاملات خاص طور سے مالی معاملات میں دلیل کے سب سے زیادہ قریب فقہی مسلک کون سا ہے۔

مطلقاً کسی ایک مذہب کو تمام جوانب سے افضل اور صحیح قرار دینا تو ممکن نہیں البتہ اگر ہم تمام مذاہب اربعہ پر نظر ڈالیں گے اور یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ کون سا مسلک نصوص کتاب وسنت کے سب سے زیادہ قریب ہے تو ہمیں علماء کے اقوال کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور جب ہم ان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم یہ پاتے ہیں کہ علماء میں سے بعض نے امام شافعی کے مسلک کو اقرب الی الدلیل اور صواب قرار دیا ہے اور بعض نے امام احمد رحمہ اللہ کے مسلک کو اقرب الی الدلیل والصواب قرار دیا ہے پھر امام مالک اور پھر مسلک امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کو۔ یہاں یہ بتلانا مقصد نہیں ہے کہ ان میں کون صحیح ہیں کون صحیح نہیں، بلکہ مقصد صرف اتنا ہے کہ علماء نے کون سا مسلک اقرب الی الدلیل والصواب قرار دیا ہے، چنانچہ جب امام سمعانی رحمہ اللہ نے حنفی مسلک چھوڑ کر امام شافعی کے مسلک کو اپنایا تو اس کے سلسلہ میں فرمایا: لما اختلج فی ذهنی تقليد الشافعی وزاد التردد عندی رأيت رب العزة جل جلاله فی المنام فقال عد إلينا يا أبا المظفر فانتبهت وعلمت أنه يريد مذهب الشافعی فرجعت إليه (طبقات الشافعیہ الکبری، از: سبکی)، جب میرے ذھن میں امام شافعی کی تقلید کا کھٹکا ہوا اور مجھے بہت زیادہ تردد ہونے لگا تو میں نے اپنے رب کو خواب میں دیکھا، اللہ نے مجھ سے کہا میری طرف لوٹ جاؤ تو میں سمجھ گیا کہ مجھے امام شافعی کے مسلک کی طرف لوٹ جانا چاہئے اور میں لوٹ گیا۔ اور اس لوٹنے کی وجہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ولما انتقل أخوه جدنا الإمام أبو المظفر من مذهب أبی حنيفة إلى مذهب الشافعیّ رحمهما الله هجره أخوه أبو القاسم وأظهر الكراهة وقال: خالفت مذهب

الوالد وانتقلت عن مذهبه !فكتب كتابا إلى أخيه وقال: ما تركت المذهب الذى كان عليه والدى رحمه الله فى الأصول بل انتقلت عن مذهب القدرية (الانساب،ازسمعانی،مقدمۃ الکتاب)۔امام سمعانی نے مجرد مسلک حنفیہ اصحاب رائے کو نہیں چھوڑا بلکہ یہ بھی بتلا دیا کہ احناف صرف فروع میں ہی نہیں بلکہ اصول میں بھی راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

شیخ ابواسحاق الحوینی امام البانی سے نقل کرتے ہیں کہ جب ان سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: إن كان لا بد فالمذهب الشافعي أو المذهب الحنبلي، ففضل البدء بالمذهب الشافعي، ولما سئل عن ذلك قال: أكثر علماء الشافعية محدثون (شرح لمعۃ الاعتقاد، ازمحمد حسن غفار، درس نمبر: ۱۹،ص:۷)، یعنی اگر کوئی فقہ ائمہ اربعہ کو پڑھنا چاہے تو اس کو مذہب شافعی سے شروع کرنا چاہئے، جب ان سے اس کی وجہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ اکثر علماء شافعیہ محدث تھے۔

اور کچھ دوسرے علماء ہیں جنہوں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی فقہ کو اقرب الی السنہ والدلیل قرار دیا، چنانچہ قتیبہ بن سعید سے جب امام احمد کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: أحمد إمام الدنيا، وقال علي بن المديني: إن الله أعز هذا الدين برجلين ليس لهما ثالث أبو بكر الصديق يوم الردة وأحمد بن حنبل يوم المحنة (تاریخ بغداد:۴/۴۱۸)۔

امام ابن رجب رحمہ اللہ (ذیل طبقات الحنابلہ(۱/۴۲)) میں عبداللہ بن محمد الانصاری سے نقل کرتے ہیں: ''مذهب أحمد، أحمد مذهب'' یعنی مذہب احمد سب سے پیارا مذہب ہے۔

ان دونوں اقوال میں بعض علماء نے اس طرح توفیق دینے کی کوشش کی ہے کہ فقہی مسائل میں سب سے زیادہ جو مذہب اقرب الی الصواب ہے وہ امام شافعی کا مسلک ہے، اور عقدی مسائل میں سب سے اقرب الی الصواب امام احمد کا مسلک ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام احمد کا مسلک فقہی مسائل میں صحت کے قریب نہیں ہے، بلکہ مقصد صرف نسبی امر بیان کرنا ہے۔

اب تک ہم نے عمومی مسائل فقہیہ سے متعلق وضاحت کی ہے، ذیل میں ہم خاص مالی معاملات کے متعلق اقرب الی الصواب مذہب کے متعلق وضاحت کریں گے، چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کے باوجود کہ وہ اپنا انتساب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہیں، فرماتے ہیں: فأصول مالك فى البيوع أجود من أصول غيره، فإنه أخذ ذلك عن سعيد بن المسيب الذى كان يقال: هو أفقه الناس فى البيوع (القواعد النورانیہ:ص:۱۷۳)، بیع وشراء کے باب میں امام مالک کا اصول دوسروں سے بہتر اور مناسب ہے، کیوں کہ ان کو یہ چیز سعید ابن مسیّب رحمہ اللہ سے ملی تھی۔ اس کی صراحت خود امام مالک نے ہی کی ہے، چنانچہ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ان کے قول کو نقل کیا ہے: قال مالك رحمه الله لم يكن أحد من التابعين أعلم بالبيوع من سعيد بن المسيب وإنما أخذ

ربيعة العلم بها منه (الاستذكار:٦/٣٥٦)،تابعین میں سعید بن مسیّب سے بڑا بیع وشراء کا کوئی عالم نہیں تھا اور ربیعہ نے اس کا علم انہی سے لیا تھا۔اور ربیعہ یہ امام مالک کے بہت خاص اساتذہ میں سے ہیں۔

اس تمیز کی وجہ یہ تھی کہ امام مالک رحمہ اللہ حدیث پر عمل کرنے اور اس کو اپنانے میں بہت حریص تھے اور مدینۃ الرسول ﷺ میں ہونے کی وجہ سے بہت ساری چیزیں وہاں کی عادات واعراف جو نبی ﷺ کے زمانہ سے رائج تھیں ان کے سامنے تھیں، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے قاعدہ سد الذریعہ کا استعمال کرتے ہوئے ان تمام امور اور راستوں کو بند کرنے کا کام کیا جن کی وجہ سے بیع وشراء میں دھوکہ دھڑی کا دخل ہوسکتا تھا۔ جیسے انہوں نے عمل اہل مدینہ کے ذریعہ بہت ساری چیزوں کو ان عادات اور اعراف کے ساتھ محدود کیا جو صحابہ اور تابعین یا ان کی اولاد میں تھی، چنانچہ امام ونشریسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والركون إلى العوائد والأعراف، أسلوب معتاد عند الأئمة من غير خلاف .وقد وقع لهم ذلك في أبواب من الفقه، كالنقود والسلم والمرابحة والآجال، والوكالة والإقرار والهبات والنذور والأيمان والوصايا والأوقاف، وكتب أصحابنا مشحونة ملأى بجزئيات ذلك (المعيار المعرب والجامع المغرب عن فتاوى إفريقيا والمغرب:٦ /٦٣)،خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ عادات واعراف سے استدلال کرنا علماء مالکیہ کے یہاں معروف امر ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید امام مالک کے اصول کی احقیت اور اصحاب رائے کے عموما احادیث رسول ﷺ سے اعراض کرنے کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ويمكن المتبع لمذهبه أن يتبع السنة في عامة الأمور؛ إذ قل من سنة إلا وله قول يوافقها بخلاف كثير من مذهب أهل الكوفة؛ فإنهم كثيرا ما يخالفون السنة وإن لم يتعمدوا ذلك.

ثم من تدبر أصول الإسلام وقواعد الشريعة وجد أصول مالك وأهل المدينة أصح الأصول والقواعد وقد ذكر ذلك الشافعي وأحمد وغيرهما حتى إن الشافعي لما ناظر محمد بن الحسن حين رجح محمد لصاحبه على صاحب الشافعي فقال له الشافعي: بالإنصاف أو بالمكابرة؟ قال له: بالإنصاف، فقال: ناشدتك الله صاحبنا أعلم بكتاب الله أم صاحبكم؟ فقال: بل صاحبكم، فقال صاحبنا أعلم بسنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أم صاحبكم؟ فقال: بل صاحبكم، فقال: صاحبنا أعلم بأقوال أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أمصاحبكم؟ فقال: بل صاحبكم، فقال: ما بقي بيننا وبينكم إلا القياس؛ ونحن نقول بالقياس ولكن من كان بالأصول أعلم كان قياسه أصح .وقالوا للإمام أحمد: من أعلم بسنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

مالك أم سفيان؟ فقال: بل مالك .فقيل له: أيما أعلم بآثار أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم مالك أم سفيان؟ فقال: بل مالك .فقيل له: أيما أزهد مالك أم سفيان؟ فقال: هذه لكم (مجموعہ فتاویٰ:۲۰/ ۳۲۸-۳۲۹)،امام مالک کے متبعین سنت پر ہی رہیں گے کیوں کہ انہوں نے ہر مسئلہ کے کسی نہ کسی قول میں سنت کی موافقت ضرور کی ہے، بخلاف کوفہ والوں کے جو عموماً رائے کے مقابلہ میں حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں گرچہ عمداً نہ ہی صحیح۔

اصول وقواعد اسلام پر غور کرنے والا انسان اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ امام مالک کے اصول وضوابط سب سے صحیح ہیں، جیسا کہ امام شافعی وغیرہ رحمہ اللہ نے وضاحت کیا ہے، یہاں تک کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس جب امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کو راجح قرار دیا تو امام شافعی نے امام محمد سے پوچھا کہ یہ بات مبنی بر انصاف ہے یا صرف مکابرہ اور تکبر ہے، تو امام محمد نے کہا نہیں بلکہ منصف کلام ہے، پھر امام شافعی نے ان سے کہا اللہ کا واسطہ ہے صحیح صحیح بتلانا کہ مالک کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو زیادہ جاننے والے ہیں یا ابوحنیفہ؟ اس پر امام محمد نے کہا: مالک۔امام شافعی نے عرض کیا اب صرف قیاس بچ گیا اور ہم دونوں قیاس کو مانتے ہیں لیکن یہ بات بھی حق ہے کہ جو انسان اصول کا زیادہ جاننے والا ہوگا قیاس بھی اسی کا صحیح ہوگا۔

ایسے ہی جب امام احمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ امام مالک حدیث وآثار کو زیادہ جاننے والے تھے یا سفیان؟ امام احمد رحمہ اللہ نے دوٹوک جملہ میں کہہ دیا: مالک۔

اس مختصر سی بحث میں ہمارا مقصد یہ دکھلانا ہرگز نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ میں سے کون حق پر ہیں اور کون نہیں ہیں بلکہ ائمہ اربعہ سب کے سب حق پر ہیں اور سب ہمارے امام ہیں ان کا مقام ان کا رتبہ ان کا فضل سر آنکھوں پر، ہم ان کے قدموں کی دھول کے برابر بھی نہیں ہیں، مقصد صرف یہ دکھلانا ہے کہ نسبتاً کس کی فقہ کو علماء نے اقرب الی السنہ والدلیل اور صحیح قرار دیا ہے، اور گرچہ یہ نسبتی امر ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہر کس وناکس اس معاملہ میں جب جس کو چاہے صحیح اور اوتھینٹک قرار دے، بلکہ یہ خالص علمی مسئلہ ہے جس میں رائے دینے اور فیصلہ کرنے کا اختیار صرف اور صرف علماء متمسکین ربانیین کو ہے۔

هذا والله أعلم.

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه، وألهمنا الرشد والصواب في القول والعمل إنك ولي ذلك والقادر عليه .آمين

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا.

☆☆☆

نمازاوراصلاح معاشرہ

محمد محبّ اللہ المحمدی، سپول بہار

نماز کی اہمیت:

نماز ایک عظیم عبادت ہے توحید کے بعد سب سے افضل طاعت وبندگی نماز قائم کرنا ہے، بلکہ تخلیق انسانی کا مقصد ہی نماز قائم کرنا ہے یہ ایک قرآنی حقیقت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَوٰتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ (الحج ۱۸-۲۲)

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں سب آسمانوں والے اور سب زمینوں والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی ہاں بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے، جسے رب ذلیل کردے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ادا کرنا ہے۔

عبادت کا ایک وسیع مفہوم ہے اور اس میں نماز پہلے اور اول درجے میں شامل ہے۔ نماز کی اہمیت کیلئے یہی کافی ہے کہ جو لوگ اسلام میں داخل ہوتے ان سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ توحید کے اقرار کے بعد نماز قائم کرنے کی بیعت لیتے تھے، اسلئے کہ نماز بدنی عبادات میں اصل ہے اور قیام صلاۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت بھی ہے، جس نے نماز قائم کیا اس کا دین رہا اور جس نے نماز ضائع کیا اس نے اسلام کے دوسرے ارکان کو بھی بدرجہ اولی ضائع کیا، نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں دین کے تقریباً تمام ارکان جمع ہوگئے (تشہد اول وآخر میں شہادتین ہیں اور نماز تو بذات خود یومیہ زکاۃ ہے) صرف نماز میں متعدد عبادات وبندگی کے انواع واقسام موجود ہیں مثلاً تلاوت قرآن، تکبیر وتحمید، حمد وثناء، تنزیہ وتقدیس، درود وسلام وتمام حاضرین وصالحین بندوں کے لئے دعاء، قیام، رکوع وسجود گویا کہ جسم کا ہر حصہ، ہر رگ وریشہ کا حصہ ہے اس عبادت کو انجام دینے میں۔ نماز کی اہمیت وعظمت پر جو چیزیں دلالت کرتی ہیں ان میں سے یہ ہے کہ نماز تمام انبیاء پر فرض تھی۔ جیسا کہ قرآن مجید کے اندر متعدد مقامات میں اس کا ذکر ہے: ﴿وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّءَا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (یونس:۸۷)

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لئے مصر میں

گھر برقرار رکھو اور تم سب اپنے انہی گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو۔ اور نماز کے پابند رہو اور آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَٰلِحِينَ . وَجَعَلْنَٰهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِمْ فِعْلَ ٱلْخَيْرَٰتِ وَإِقَامَ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءَ ٱلزَّكَوٰةِ وَكَانُوا لَنَا عَٰبِدِينَ ﴾(الانبیاء:۷۲-۷۳)

اور ہم نے اسے اسحاق عطا فرمایا اور یعقوب اس پر مزید اور ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا۔ اور ہم نے انھیں پیشوا بنا دیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوۃ دینے کی وحی (تلقین) کی اور وہ سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔

﴿وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰٓ. إِنَّنِيٓ أَنَا اللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَوٰةَ لِذِكْرِيٓ.(طٰہٰ:۱۳-۱۴) اور میں نے تجھے منتخب کرلیا ہے اب جو وحی کی جائے اسے کان لگا کر سن۔ بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں پس تو میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔

بنابریں نماز کی اہمیت وفضیلت پر جو چیزیں دلالت کرتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱- روزانہ باقاعدگی سے پانچ نمازیں قائم کرنے سے تمام صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُولُ ذَلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ، قَالُوا: لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا، قَالَ: فَذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِن الْخَطَايَا "(صحیح البخاری:۵۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ پانچ دفعہ نہائے تو تمہارا کیا گمان ہے۔ کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! ہرگز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں وقت کی نمازوں کا ہے کہ اللہ پاک ان کے ذریعہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۲- نمازیں گناہوں کی آگ کو ٹھنڈا کرتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث ہے۔ إن للهِ ملَكًا يُنادي عندَ كلِّ صلاة: يا بَني آدمَ ! قوموا إلى نيرانِكُم الَّتي أوقدتُموها فأطفِئوها. (صحیح الترغیب:۳۵۸) الألبانی حسنہ،حسن لغیرہ)

ہر نماز کے وقت اللہ تعالیٰ کا (مقرر کردہ) فرشتہ پکارتا ہے۔ لوگو! اٹھو اس آگ کو بجھانے کیلئے جسے تم نے اپنے گناہوں سے جلایا ہے۔

۳- پانچوں نمازیں باقاعدگی سے ادا کرنے والا قیامت کے دن صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

جاء رجلٌ إلى النَّبيِّ ﷺ فقال: يا رسولَ

اللہِ أرأيتَ إنْ شهِدتُ أنْ لا إلهَ إلّا اللهُ وأنَّك رسولُ اللهِ وصلَّيتُ الصَّلواتِ الخمسَ وأدَّيتُ الزَّكاةَ وصُمتُ رمضانَ وقُمتُه فمِمَّن أنا؟ قال: (مِن الصِّدِّيقينَ والشُّهداءِ) (صحیح ابن حبان :۳۴۹۲،إسناده صحيح، شعيب الأرنؤوط،والألباني كلاهما حسنا الحديث)

ترجمہ:ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! بتائیے اگر میں گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں آپ اللہ کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں ادا کروں، زکاۃ دوں، رمضان کے روزے رکھوں اور رمضان میں قیام بھی کروں تو میرا شمار کن لوگوں میں ہوگا؟" آپ نے ارشاد فرمایا صدیقین اور شہداء میں۔

۴- رات کی تاریکی میں مسجد میں آنے والے نمازیوں کے لیے قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری ہے۔

بشِّرِ المشّائينَ في الظُّلَمِ إلى المساجِدِ بالنُّورِ التّامِّ يومَ القيامةِ.(سنن أبي داود:۵۶۱، سكت عنه، وقد قال في رسالته لأهل مكة كل ما سكت عنه فهو صالح)

آپ ﷺ نے فرمایا خوشخبری دو۔ قیامت کے روز کامل نور کی، ان لوگوں کو جو اندھیروں میں مسجدوں کی طرف چل چل کے آتے ہیں۔

۵-مسجد میں آنے والے نمازی اللہ کے ملاقاتی ہیں جنکی اللہ تعالیٰ عزت فرماتا ہے۔جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مَنْ تَوَضَّأَ في بيتِهِ فَأَحْسَنَ الوَضوءَ ثمَّ أَتى المسجِدَ فهو زائِرُ اللهِ وحَقٌّ على المَزُورِ أنْ يُكرِمَ الزائِرَ".

(بحوالہ۔ صحیح الترغیب والترہیب لألبانی:۱/۳۲۱،۱۷۳، روى بإسنادين أحدهما جيد، وروى نحوه موقوفا بإسناد صحيح)

ترجمہ: جس نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کیا اور پھر مسجد آیا تو وہ اللہ کا ملاقاتی ہے۔اور میزبان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ملاقاتی کی عزت کرے۔

۶- بے نمازی کا انجام قارون فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا، فَقَالَ: "مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا، وَبُرْهَانًا، وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ، وَلَا بُرْهَانٌ، وَلَا نَجَاةٌ، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ".

(أخرجه الدارمي في "المسند"، ومن كتاب الرقاق باب في المحافظة على الصلاة /3) 1789) رقم .(2763)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا" جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کے لئے نماز قیامت کے روز نور، برہان اور نجات کا باعث ہوگی جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لئے نہ نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات نیز قیامت کے روز اس کا انجام قارون،

فرعون، ہامان اورابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

۷-اسلام اورکفر کے درمیان حد فاصل نماز ہے۔

عَنْ أَبِی سُفْيَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ"

(أخرجه مسلم فی "صحيحه"، كتاب: الإيمان باب كفر من ترك الصلاة /1) 61 رقم.(82)

حضرت سفیان کہتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا" (مسلمان) آدمی اور شرک یا کفر کے درمیان حد فاصل ترک نماز ہے۔اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۸-صرف نماز عصر فوت ہوجانا ایسا ہے جیسے کسی کا مال اوراہل وعیال لٹ جائے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ كَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ".

(أخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب: مواقيت الصلاة باب إثم من فاتته العصر /1) 115) رقم .(552)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی نماز عصر چھوٹ گئی گویا اس کا گھر اور مال سب لٹ گیا۔

۹- نماز فجر اور عشاء کیلئے مسجد میں نہ آنا نفاق کی علامت ہے۔اور باجماعت نماز نہ پڑھنے والے لوگوں کے گھروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلانے کا ارادہ فرمایا۔

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيمَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ، ثُمَّ آخُذَ شُعَلًا مِنْ نَارٍ فَأُحَرِّقَ عَلَى مَنْ لَا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ".

(أخرجه البخاری فی "صحيحه"، كتاب الأذان باب فضل العشاء فی الجماعة /1) 132) رقم .(657)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں اور اگر انھیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے (اور چل نہ سکتے) تو گھٹنوں کے بل گھسیٹ کر آتے اور میرا تو ارادہ ہو گیا تھا کہ مؤذن سے کہوں کہ وہ تکبیر کہے، پھر میں کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کہوں اور خود آگ کی چنگاریاں لے کر ان سب کے گھروں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لیے نہیں نکلے۔

۱۰-نماز قائم کرنا دخول جنت کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کے چہرے کی دیدار سے شرف یاب ہونے کا سبب ہے۔

عن جَرِيرِ بنِ عبدِ الله رضی الله عنه قال: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى

الْقَمَرِ لَيْلَةً -يَعْنِي الْبَدْرَ- فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قَرَأَ: (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ) (رواه البخاری- 4851)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے چودہویں رات تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا اور پھر فرمایا کہ یقیناً تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اس کی رؤیت میں تم ایک دوسرے کو دھکے نہیں دو گے (بلکہ بڑے اطمینان سے ایک دوسرے کو دھکا دیئے بغیر دیکھو گے)اس لئے اگر تمہارے لئے ممکن ہو تو سورج نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے نماز نہ چھوڑو۔ پھر آپ نے آیت اور اپنے رب کی حمد وتسبیح کرتے رہئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور چھپنے سے پہلے کی تلاوت کی۔

(دیکھئے تفصیل کے لئے۔الصلاۃ للدکتور عبداللہ بن محمد الطیار صفحہ نمبر 21 تا 24، تعظیم الصلاۃ للشیخ عبدالرزاق البدر صفحہ نمبر 21 تا 22، نماز کے مسائل محمد اقبال کیلانی صفحہ نمبر 16 تا 21)

خصوصیات صلاۃ (نماز)

نماز کو دوسرے تمام عبادات وشرائع میں امتیازی مقام حاصل ہے، جیسا کہ شیخ البسام نے کہا کہ نماز دوسرے تمام شرائع وواجبات سے ممتاز ہے چند خصوصیات کی بناء پر۔

۱- نماز کی فرضیت آسمان میں ہوئی جبکہ دوسرے عبادات زمین میں فرض ہوئیں۔

۲-نماز اللہ تعالیٰ کی جانب سے بغیر کسی واسطے کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض کی گئی جبکہ دوسری عبادتیں فرشتوں کے واسطے سے فرض کی گئیں۔

۳- پچاس نماز فرض کی گئی تھی پھر اس میں تخفیف کر کے پانچ کر دی گئی اور پانچ نماز میں پچاس کے برابر اجر وثواب ملے گا۔

۴-۔نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے۔

۵-نماز سے اللہ کے لئے عبادت کرنا مقصود ہے اور یہ قربت الٰہی کا ذریعہ ہے۔

۶- نماز ہر مکلّف پر واجب ہے جبکہ دوسری عبادتیں کبھی کبھی عدم استطاعت کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔

(بحوالہ۔ توضیح الاحکام شرح بلوغ المرام للبسام، کتاب الصلاۃ صفحہ نمبر 470 تا 471)

فوائد صلاۃ (نماز)

علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے فوائد صلاۃ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ "دنیا کے شرور وفتن سے نجات اور کامیابی کیلئے نماز کی بھی ایک عجیب تاثیر ہے، خاص طور پر جس وقت نماز کو ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے مکمل حق دیا جائے، دنیاوی یا اخروی کسی بھی قسم کی مشکلات کیلئے نماز بے مثال ہتھیار ہے، نماز ہی سے خیر وبرکت اور دنیا وآخرت کے منافع ومصالح حاصل ہوتے ہیں۔ مجموعی طور پر صحتِ قلب وبدن راحت ونعمت وخوشحالی کیلئے نماز انتہائی مؤثر

ثابت ہوئی ہے۔بحوالہ زادالمعادفی ہدی خیرالعباد4/490،
نماز کےمزید چندفوائددرج ذیل ہیں۔

۱-نماز رب اور بندہ کے درمیان رشتۂ تعلق کا ذریعہ ہے۔

۲- نماز گناہوں اور پاپوں کا کفّارہ ہے (چھوٹے چھوٹے گناہوں کا کفارہ ہے) اورنمازفحش ومنکرات سے روکتی ہےاورگناہوں سے دوری کا ذریعہ ہے،

۳-نماز قائم کرنا مومن ہونے کی دلیل ہےاورنفاق سے دورہونے کی علامت ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نےفرمایا: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَـٰجِدَ اللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَوٰةَ وَءَاتَى الزَّكَوٰةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰٓ أُولَـٰٓئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾(التوبۃ:۱۸)

۴-نماز پڑھنے سے چہرہ میں نوردل میں روشنی اور ظلمت قبر میں بھی نور اور قیامت کے دن بھی نور حاصل ہوگا۔

۵- نماز بدن وروح کیلئے ویٹامن انجکشن اورصحت کیلئے نفع بخش غذا ہے،نماز کے ذریعے اللہ سے رابطہ قائم کرنے سے انسان کی روحانی اورنفسیاتی حالت بہتر ہوتی ہے،جس سے تناؤ کی سطح میں کمی آتی ہے۔

۶-نماز دین اسلام کا کھمبااور پیلر ہےجس پر کہ دین اسلام قائم ہے جیسے کوئی عمارت بغیر کھمباوپیلر کے قائم نہیں ہوسکتی۔

۷-نماز بندہ مسلم کا شعاراور پہچان ہےجس نے نماز ضائع کیااس کااسلام ہی کیا؟اس نےتو پہچان ہی مٹادیا۔

۸-جس طرح کےجسم میں سرنا ہوتو وہ نعش ہے اسی طرح اگرکوئی نمازنہیں قائم کرتا تو اس کا دین ومذہب ہی نہیں۔

۹-نماز دین ودنیا کے معاملات کوحل کرنے کا سبب ہے بلکہ مددومعاون ہے۔

۱۰-نماز معیشت کے مسائل کوحل کردیتی ہے بلکہ رزق میں برکت وکثرت ہوتی ہےنماز قائم کرنے سے۔

۱۱- دوسرے شرعی اعمال وطاعات کا قبول ہونا موقوف ہےصلاۃ قائم کرنے اوراس کے قبول ہونے پر۔ اس لئے کہ صلاۃ دین کاستون ہےجس پردین قائم ہے۔

۱۲-نماز بدنی عبادات میں سب سے افضل عبادت ہے۔

۱۳-نمازمسلمانوں کے اکٹھا ہونے شیروشکر کے ساتھ رہنے،مسلمانوں کے صفوں میں اتحاد ومحبت کی علامت ونشانی ہے اسلئے کہ مسلمان جب نماز پڑھتا ہےتو ایسا تصورہوتا ہے کہ ان کارب ایک ان کا نبی ایک ان کا قبلہ ایک ان کا مقصد ایک اور وہ ہے اللہ کی رضا جوئی،دخول جنت کا شوق اورنارجہنم سے پناہ۔

۱۴-نماز سے بندۂ مومن سعادت وخوش حالی کی زندگی جیتا ہے۔اورشرح صدرحاصل ہوتی ہےاور ہرطرح کےغم وہم ختم ہوجاتے ہیں۔اورنماز کے دوران ایک خاص سکون اورذہنی آرام محسوس ہوتا ہے، جوذہنی دباؤاورتناؤ کوکم کرتا ہے۔

۱۵-نماز سےقوت ترکیز پیدا ہوتی ہےاور بندہ ذہنی انتشارودیوالیہ پن سے بچتاہے۔

۱۶- نماز قائم کرنے سے نفسیاتی بیماری بلکہ بہت سارے دیگر امراض سے گلوخلاصی ملتی ہے۔نماز دل، معدہ اور آنتوں وغیرہ کے مرض میں شفا دیتی ہے، نماز کے مختلف حرکات خون کی گردش کو بہتر بنانے میں مدد کرتی ہیں، جو دل کی صحت کے لیے فائدہ مند ہے۔نماز میں بہترین ورزش ہے کہ اس میں قیام، رکوع اور سجدے وغیرہ کرنے سے بدن کے اکثر جوڑ (Joints) حرکت کرتے ہیں، نزلہ زکام کے مریض کے لئے طویل (یعنی لمبا) سجدہ نہایت مفید ہے، سجدے سے بند ناک کھلتی ہے، آنتوں میں جمع ہونے والے غیر ضروری مواد کو حرکت دے کر نکالنے میں سجدہ کافی مددگار ثابت ہوتا ہے، نماز سے ذہن صاف ہوتا اور غصے کی آگ بجھ جاتی ہے، اذیت (یعنی تکلیف) دور کرتی ہے۔

۱۷- نماز میں اخلاقی تعلیم ہے، نماز میں پڑھی جانے والی قرآن کی سورتیں اور دعائیں افراد معاشرہ کو اخلاقی اقدار کی تعلیم دیتی ہیں جیسے کہ سچائی انصاف اور دوسروں کی مدد کرنا وغیرہ۔

واضح رہے کہ نماز کے یہ فوائد اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انعام واکرام کے طور پر ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ اسے شمار نہیں کیا جاسکتا یہ دنیاوی فوائد ہیں نماز کے مقاصد ہرگز یہ نہیں ہیں۔

(بحوالہ۔ أربح البضاعة فی فوائد صلاة الجماعة صفحہ نمبر 12 تا15، مفاتیح إقامة الصلاة وإخلاص العبودیة للہ صفحہ نمبر 80 تا81، فقہ العبادات للدکتور عبداللہ محمد شحاتة صفحہ نمبر 290 تا296)۔

معاشرے کی اصلاح وتربیت میں نماز کا کردار

نماز فرد ومعاشرہ کی اصلاح کے لئے انتہائی اہم عنصر ہے، سماج وسوسائٹی کی عروج وارتقاء کے لئے نماز کلیدی کردار ادا کرتی ہے، نماز قائم کرنے سے سماج ومعاشرہ میں امن وامان اخوت وبھائی چارگی، محبت ومودت کی فضاء قائم ہوتی ہے، نماز انسان کی تربیت وتزکیہ کرتی ہے، مخلوق کو خالق کے سامنے جھکاتی ہے، بندے کو آداب بندگی سکھاتی ہے اور زندگی بے بندگی، شرمندگی کا پیام دیتی ہے۔نماز مکارم اخلاق ومحاسن خصال پر ابھارتی ہے، نماز سرکش نفس کو لگام دیتی ہے، بگڑے ہوئے کی اصلاح کرتی ہے اور طاعت وبندگی کی عادت ڈالتی ہے۔ذیل کے سطور میں قیام صلاۃ سے نیک معاشرے کی تعمیر کیسے ہو؟ اور بگڑے ہوئے سماج کی اصلاح کیسے ہو؟ ذکر کیا گیا ہے۔

۱- نماز منکرات وفواحش، گناہ اور بے حیائی کے کام سے روکتی ہے جو کہ سماج ومعاشرہ کی ترقی واصلاح میں اصل الاصول ہے، اگر سماج ومعاشرہ کو گناہوں اور پاپوں کی نجاست سے پاک کردیا جائے، اور صلاح وتقوی کا شعور بیدار ہو جائے، نماز قائم کرنے کی فضاء خوشگوار ہو جائے تو سماج ترقی کرے گا اور افراد سماج کی اصلاح ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ نے تطہیر معاشرہ کیلئے تحفۂ صلاۃ سے نوازا اور برائی وگناہ کے دروازے کو بند کردیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿إِنَّ الصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾ (العنکبوت ۴۴-۴۵)

۲- نماز اصلاحِ عقیدہ وفکر کا ایک اہم سبب ہے، جب انسان خشوع وخضوع کے ساتھ نماز قائم کرتا ہے تو اس

کے دل کی جڑوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا احساس بیٹھتا ہے اس کا عقیدہ مضبوط ہوتا ہے کہ عبادت وبندگی کے لائق صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے، جیسا کہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے فرمایا۔ جب انسان نماز کیلئے رب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے دل سے رب کی قیومیت کا مشاہدہ کرتا ہے اور جب اللہ اکبر کہتا ہے تو اللہ کی کبریائی اور عظمت کا سکہ دل میں بیٹھتا ہے۔ پھر جب نمازی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو اس کا عقیدہ مزید مضبوط ہوجاتا ہے۔ اور توحید کے تینوں اقسام۔ ربوبیت والوہیت واسماء وصفات کا وہ قائل ہوتا ہے، اور اس کو تسلیم کرتا ہے، إیاک نعبد وإیاک نستعین میں دنیاوآخرت اور خلق وأمر کا راز پنہاں ہے اس میں تخلیق انسانی کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ ہے اللہ کی عبادت اخلاص ومتابعت رسول کے ساتھ۔ اس میں استعانت ونصرت طلب کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اور مدد کس سے طلب کرنا ہے یہ بھی بتایا گیا ہے۔ چونکہ آج مسلمان صحیح عقائد سے بہت دور ہوچکے ہیں غیر اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں جو کہ واضح شرک ہے۔ اور یاد رہے کہ افکار واعتقاد کی درستگی نہایت ہی اہم رکن ہے معاشرے کی اصلاح میں، عقیدے کی اصلاح کے بغیر سماج کی اصلاح نہیں ہوسکتی اور نماز عقیدے وافکار کی اصلاح ودرستگی میں انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ (بحوالہ۔ کتاب الصلاۃ وحکم تارکہا لإبن القیم الجوزیۃ صفحہ نمبر 171 تا 174، بتصرف یسیر)

۳- نماز قائم کرنے سے سماج میں اطاعت وبندگی، قبول وتسلیم کا جذبہ فروغ پاتا ہے، ایک انسان جب نماز پڑھتا ہے تو وہ ظاہری طور پر اللہ کے سامنے جھکتا ہے، سجدہ کرتا ہے، تو باطنی طور پر بھی وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانتا ہے، جب اختلافات ہوتے ہیں افکار وافہام میں تضاد ہوتا ہے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسی کو فیصل وحکم تصور کرتا ہے، آج سماج ومعاشرہ میں بھانت بھانت کے اختلافات ہیں! کیا ہی بہتر ہوتا کہ لوگ نماز قائم کرتے اور یہ تصور اپنے ذہن میں بیٹھاتے کہ قرآن وحدیث ہی میں ہمارے مسائل کا حل ہیں۔

۴- نماز مومن کی روحانی ونفسیاتی طاقت وقوت میں اضافہ کرکے انھیں دنیا کے مسائل اور زندگی کے متاعب وپریشانیوں کو صبر ورضا کے ساتھ جھیلنے اور خانگی وسماجی ایشوز کو حل کرنے میں مدد کرتی ہے، جبکہ بےنمازی چھوٹی چھوٹی مصیبت وپریشانی میں گھبرا کر آہ وفغاں اور بےصبری کا مظاہرہ کرتا ہے بلکہ ڈپریشن میں آکر خودکشی کرلیتا ہے، لیکن بندۂ مومن نماز کے ذریعہ سے قوت وتوانائی پاتا ہے، سکون واطمینان کی سانس لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (سورۃ البقرہ 153) اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد مانگو، بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

۵- نماز قائم کرنے سے سماج ومعاشرہ میں جرأت وشجاعت بیباکی وحق گوئی کی فضاء قائم ہوتی ہے، ظلم وبربریت ناانصافی، دھاندلی اور بے اعتدالی سے افراد واشخاص دوری بناتے ہیں، ایک انسان دن ورات میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتا ہے تو متعدد بار اللہ اکبر اللہ اکبر، سبحان رب

الاعلی، سبحان رب العظیم کہتا ہے یہ کلمات اسکو احساس دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، وہی خالق ومالک رازق مدبرالاموراور وہی اپنے بندوں پر غالب ہےاور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔اس کے علاوہ سب اس کے محتاج اورفقیر ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّـهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾(الحج ۱۸-۲۲)

یعنی کائنات کی ہر چیز اللہ کے قانون کی اطاعت و فرمانبرداری کرتی ہے، اورکوئی چیز اس کے اقتدار وعلم سے باہرنہیں، آسمان کی بلندیاں، اورزمین کی پستیاں سب اس کے سامنے جھکتی ہیں آفتاب اور چاند، نجوم اورستارے، درخت اور بےسمجھ حیوانات تمام کے تمام اس کے حضور میں سربسجود ہیں،

لہٰذا کوئی کتنا بھی سپر پاور ہوجائے اگر وہ غلط کرتا ہے تو غلط ہے،ظلم کرتا ہےتو ظالم ہے ایسے ظالموں، سرکشوں کا تعاون ایک مومن ونمازی بندہ قطعانہیں کرے گا، اسلئے کہ وہ نماز میں مالک یوم الدین پڑھتا ہے کہ بدلے کے دن کا مالک اللہ ہے، اوراللہ تعالیٰ نگاہوں کی چوری اورظاہر وباطن وچھپے ہوئے چیزکوجانتا ہے۔﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ (سورۃ غافر19)

۶-معاشرتی مسائل کاحل

بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح اوراس کی مثالی تعمیر نماز کے ذریعے ہوتی ہے۔ایک کامیاب معاشرہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے افراد ایک دوسرے کے ہمدرد و غمگسار ہوں۔ایک کا دکھ سب کا دکھ اورایک کی خوشی سب کی خوشی ہو۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔اگر جسم کے ایک حصہ کو تکلیف پہنچے تو پورا جسم اس کی وجہ سے بےچین وبےقرار رہتا ہے۔"مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى"

(أخرجه مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، /4)1999)، برقم:2586)، والبخاری، کتاب الأدب، باب رحمۃ الناس والبہائم، /8)10) برقم: (6011)

علاوہ ازیں قرآن مقدس کے اندر بھی خویش واقارب، پڑوسیوں، رشتے داروں اوراہل محلّہ وغیرہ سے حسن سلوک کاحکم دیا گیا ہے۔لیکن اس حکم پرعمل پیرا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اہلِ محلّہ ایک دوسرے کے احوال وکوائف سے واقف ہوں، اور تعارف وتقارب ہو،اور معاشرہ میں یہ کردار جس خوبی اورجس شاندار طریقے سے نماز ادا کرتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ایک محلّہ یا ایک

گاؤں کے مسلمان دن میں پانچ مرتبہ نماز کے لیے مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر ہر جمعہ کے روز بڑے پیمانہ پر ایک اجتماع عام ہوتا ہے۔جس کے باعث لوگوں کوایک دوسرے کےقریب ہونے اور ایک دوسرے کے نرم گرم حالات، دکھ درد،خوشی ومسرت وغیرہ جاننے کا موقع ملتا ہےاور بالآخر یہ چیزیں ایک دوسرے کی ہمدردی، ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹنے،کدورتیں ختم کرنے اور کھٹاس وخفگی کو مٹانے اور باہمی مسائل ومشکلات کےحل کے لئے مدد ومعاون ثابت ہوتی ہےاوراس طرح سماج کی اصلاح ہوتی ہےاور معاشرہ عروج وترقی کی راہ پرگامزن ہوجاتا ہے۔

۷۔صلاۃ (نماز) سماج سے بے فائدہ شب بیداری اور رات بھرکی لچر پوچ گفتگواور فضول کلامی جیسی قبیح عادت کومٹادیتی ہے جس سے کہ بہترین سماج بنتا ہے،اور افراد سماج بہت ساری دنیاوی و اخروی فوائد حاصل کرتے ہیں،ایک نمازی انسان کو جسے سحرخیزی کی عادت ہے،رات کے اندھیرے میں اٹھ کررب سے سرگوشی کرنے کی فکر ہوتی ہے وہ جلد سوجاتا ہے تاکہ تہجد کیلئے اٹھ سکےاور تہجد کے بہت ساری دنیاوی واخروی فوائد ہیں۔

۸۔نماز سماج کے نوجوانوں کی اصلاح کرتی ہے، آج نوجوان جوعشق ومحبت کی بیماری میں مبتلا ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ وہ عشق وپیار کی عبودیت و بندگی کررہے ہیں،اس کا علاج یہ ہے کہ وہ نماز قائم کریں اوراپنے دل کو اللہ کی عبودیت وذکر الٰہی سے بھرے رکھیں۔ جیسا کہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی میں ذکر کیا ہے۔

۹-تنظیم وقت۔

وقت کی پابندی کسی قوم کی بیداری وترقی اور معاشرہ کی خوشحالی کی ضامن ہے۔اس کے برخلاف کسلمندی،سہل انگاری اور اضاعتِ وقت کے مرتکب ہونے والے افراد ایک بہتر معاشرہ کی تعمیر میں ناکام رہتے ہیں جس سے پوری قوم بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ ایسی قوم کے افراد عموماً غربت و افلاس، بیماری، کمزوری اور فقر و فاقہ زوال وتنگ دستی کے شکار ہوتے ہیں اور ہر اعتبار سے دنیاوی و اخروی فوائد ونتائج سے محروم ہوتے ہیں سربلندی اور کامیابی کی نعمتیں صرف ایسے لوگوں کے حصہ میں آتی ہیں جن کے افراد وقت کا صحیح استعمال کرنے والے، چاق و چوبند، مستعد، وقت کی قدر کرنے والے اور ہر کام میں باقاعدگی کو اپنا شعار بنانے والے ہوتے ہیں۔مقررہ وقت پر نماز قائم کرنا وقت کے لئے ہماری ٹریننگ ہے۔لیل ونہار میں پانچ مرتبہ اوقاتِ مقررہ پر اذان دے کر لوگوں کو مسجد میں بلا کر فریضہ نماز باجماعت ادا کریں۔ یہ دراصل ہمیں بتاتا ہے کہ انفرادی یا سماجی زندگی میں وقت کی بہت زیادہ قیمت ہے اسے ضائع کرنے سے بچیں۔

۱۰-نظم وضبط(Discipline)

نظم وضبط کے ضمن میں وہ سب چیزیں آتی ہیں جو کسی قوم کے زندہ رہنے کے لئے انتہائی ضروری ہیں۔گھر میں یا گھر سے باہر، درس گاہ ہو یا کھیل کا میدان،سفر ہو یا حضر، دفتر ہو یا مارکیٹ، زراعت کے کھیت ہوں یا صنعت وحرفت کی فیکٹریاں اور کارخانے، حالتِ امن ہو یا جنگ،حتیٰ کہ کھانے پینے، سونے جاگنے، اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے

پھرنے، گفت وشنید، نشست و برخاست میں بھی نظم و ضبط اور ڈسپلن کا قائم رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ تنظیم کے بغیر کوئی معاشرہ نہ تو پنپ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی قوم منزلِ مراد سے ہم کنار ہوسکتی ہے۔ ایسی قوم کی مثال جو نظم و ضبط سے عاری ہو، اس گاڑی کی سی ہے جس کی بریک نہ ہو۔ جس کا کوئی راستہ متعین نہ ہو، جس کا نہ کوئی ڈرائیور ہو اور نہ ہی کوئی گارڈ یا کنٹرولر، بس اسے اسٹارٹ کر کے چھوڑ دیا جائے۔ تو جس طرح اس گاڑی کا حفاظت وخیریت سے کسی جگہ پہنچنا ناممکن ہے بالکل اسی طرح تنظیم اور نظم و ضبط کے بغیر کسی قوم یا معاشرے کی کامیابی کے متعلق سوچا تک نہیں جاسکتا اور اس نظم وضبط کا درس ہمیں نماز اور مساجد ہی سے ملتا ہے۔ دن میں پانچ بار نمازی مسجد میں حاضر ہو کر ایک امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے اور ہر مقتدی پر یہ لازم ہے کہ امام کے اشاروں پر حرکت کرے۔ اس اقتداء میں نظم وضبط کا اندازہ ذیل کے فرمانِ نبوی سے لگایئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سکھاتے تھے:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنا يقولُ: لا تُبادِرُوا الإمامَ إذا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وإذا قالَ: وَلا الضّالِّينَ، فَقُولوا: آمِينَ، وإذا رَكَعَ فارْكَعُوا، وإذا قالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَن حَمِدَهُ، فَقُولوا: اللَّهُمَّ رَبَّنا لكَ الحَمْدُ. وفي رواية: بنَحْوِهِ، إلّا قَوْلَهُ: وَلا الضّالِّينَ فَقُولوا: آمِينَ، وزادَ: ولا تَرْفَعُوا قَبْلَهُ.

(أخرجه مسلم: ۴۱۵)

کہ امام سے پہل نہ کرو، جب وہ اللہ اکبر کہے، تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ "ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو اور جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو۔ اور جب سمیع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔

بلاشبہ یہ نظم و ضبط کی بہترین ٹریننگ ہے۔ پھر یہی نہیں کہ اس بات کو محض حکماً بیان کر دیا گیا ہو بلکہ اس کی خلاف ورزی کرنے والے کے متعلق سخت وعید آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

أَما يَخْشى الذي يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الإمامِ، أنْ يُحَوِّلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمارٍ؟

(أخرجه البخاري (۶۹۱)، ومسلم (۴۲۷))

کہ کیا وہ شخص جو امام کے سر اُٹھانے سے پہلے اپنا سر اُٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر جیسا بنا دے؟

اندازہ فرمائیے کہ جس معاشرہ کے افراد ایسے ہی تربیت یافتہ ہوں گے اور وہ اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اسی نظم و ضبط کو اپنا شعار بنائیں گے تو کیا ان کے کامیاب وکامران ہونے میں کسی کو شبہ ہوسکتا ہے؟ اور کیا زندگی کی دوڑ میں ایسی قوم سے کوئی دوسری قوم۔ جو اس سبق سے نا آشنا ہو۔ سبقت لے سکتی ہے؟

ہرگز نہیں!

۱۱- نماز تعفن ونجاست سے دوری اور طہارت و نظافت کی تعلیم دیتی ہے۔

جب انسان نماز کیلئے نکلتا ہے تو ظاہری و باطنی طور پر

نظافت حاصل کرتا ہے، طہارت ونظافت کسی قوم یا معاشرہ کے بااخلاق نفاست پسند اور باعزت ہونے کی دلیل ہے جبکہ گندے اور ناپاک رہنے والے لوگ نفرت کا نشانہ بنتے ہیں۔ اسلام نمازوں کے ذریعہ معاشرے کی اصلاح کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ پاک صاف رہے۔ شائستگی وسلیقہ مندی کو اپنائے۔ طہارت وپاکیزگی کی تعلیم ہر محاذ پر دیتا ہے جیسے نماز کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کپڑا پاک ہو بدن پاک ہو جس جگہ نماز پڑھے وہ پاک ہو۔ نمازی کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے وضو کرے (جس کے ساتھ مسواک مسنون ہے) بدبودار چیز لہسن، پیاز وغیرہ کھا کر نماز نہ ادا کرے۔ بلکہ میسر ہو تو خوشبو یا عطر وغیرہ لگا کر آئے۔ کپڑے خواہ پھٹے پرانے ہی کیوں نہ ہوں۔ پاک اور صاف ضرور ہوں۔ بنابریں نماز کی پابندی کرنے اور مسجد میں پانچ وقت حاضری دینے سے انسان میں طبعی طور پر طہارت و نظافت کے احساسات کروٹ لیتے ہیں جو ایک معاشرہ کی عظمت اور سربلندی کے امین ہیں۔

۱۲- اتحاد اور مساوات۔

قبائلی وطبقاتی کش مکش اور لسانی تعصب کسی بھی قوم کے لئے مفید ثابت نہیں ہوتے، بلکہ ہمیشہ انتشار وخلفشار کا باعث بن کر بالآخر تباہی اور ہلاکت پر منتج ہوتے ہیں۔ اسی لئے اسلام نے اس کو اصل اور بنیاد ہی سے قلع قمع کردیا ہے۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنونَ إِخوَةٌ... (سورۃ الحجرات) مسلمان آپس میں سگے بھائیوں کی طرح ہیں۔ اور حدیث میں بھی ہے، أَيُّها النّاسُ: إنَّ ربَّكمُ واحدٌ، وإنَّ أباكمُ واحدٌ، ألا لا فَضلَ لعربيٍّ على عَجميٍّ، ولا لعَجميٍّ على عَربيٍّ، ولا لأحمرَ على أسوَدَ، ولا لأسوَدَ على أحمرَ، إلّا بالتَّقوى، إنَّ أكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أتقاكُم، ألا هل بلَّغتُ؟ قالوا: بلى يا رسولَ اللهِ. قال: فلْيُبلِّغِ الشاهدُ الغائبَ، ثمَّ ذكر الحديثَ في تحريمِ الدِّماءِ والأموالِ والأعراضِ.

(صحیح الترغیب الألبانی (۲۹۶۴) صحیح لغیرہ أخرجہ أبو نعیم فی) (حلیۃ الأولیاء) (۳/۱۰۰)، والبیہقی فی) (شعب الإیمان) (۵۱۳۷) واللفظ لہ(

یعنی علاقے، رنگ یا زبان کی وجہ سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں بلکہ تم میں سے اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔

بلاشبہ یہ وہ سبق ہے جو اتحاد، مساوات، اخوت، ہمدردی اور تعاون کے جذبات کا مرکزی نقطہ ہے۔ جس کو اپنا کر ہم دنیا میں سربلند اور باعزت ہوئے اور جس کو خیر باد کہہ کر آج ہم ایک دوسرے کی گردن کاٹنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور نتیجتاً ہمیں اپنا مستقبل تاریک نظر آتا ہے۔ اقوام غیر ہمیں تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ کرنے پر تلی بیٹھی ہیں اور ہمارے مطلع حیات پر تباہی و بربادی کے بادل چھا رہے ہیں۔ اسلام نے مساجد میں نماز باجماعت کے ذریعے اس سبق کو عملی رنگ میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا، نہ کوئی بندہ نواز

تمام مسلمان امیر ہوں یا غریب، سفید فام ہوں یا سیہ فام، حاکم ہوں یا محکوم، تاجر ہوں یا مزدور، دراز قد صحیح الجسم

ہوں یا پستہ قد اپاہج اور معذور، بینا ہوں یا نابینا، کم سن ہوں یا عمر رسیدہ، عجمی ہوں یا عربی آذان سننے کے بعد سبھی مسجد میں آجاتے ہیں اور وضو کر کے ایک دوسرے کے شانہ سے شانہ ملاتے ہیں ایک ہی امام کی اقتداء میں رب العزت کی بارگاہ میں مودب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان سب کا مقصد ایک اوران کے خیالات میں یک جہتی اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے جو اخوت کا سنگ بنیاد ہے۔ ہر روز دن میں پانچ مرتبہ انہیں یہی عمل دُہرانا پڑتا ہے اور رشتہ اخوت و اتحاد مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ نماز با جماعت کے بغیر اس کا تصور بھی ممکن نہیں اور بلاشبہ اس نعمت سے وہی معاشرہ یا قوم سرفراز ہوسکتی ہے جو پابندی کے ساتھ نماز قائم کرتی ہو۔

۱۳-علم وآگہی۔قیامِ صلاۃ (نماز) علم ومعرفت میں اضافے کا سبب ہے، جب انسان باجماعت نماز قائم کرتا ہے تو نماز کے دوران امام کی تلاوت اور جمعہ کے خطبوں اور بعد نماز کے دروس ومحاضرات سے مستفید ہوتا ہے، اور علم میں اضافہ کرتا ہے، نمازی کا دل نرم ہوتا ہے، شقاوت قلبی کا خاتمہ ہوتا ہے اور سماج ترقی کرتا ہے۔ (بحوالہ۔أربح البضاعۃ فی فوائد صلاۃ الجماعۃ و مجلّہ محدث اگست، 1972 بتصرف یسیر)

اللہ تعالیٰ مسلمانان عالم کی اصلاح فرمائے، سماج ومعاشرہ کی اصلاح فرمائے اور مکمل دین پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆

خیانت اور چوری

حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: تم میں سے جس کو ہم کسی کام پر عامل مقرر کریں پس وہ ہم سے ایک سوئی یا اس سے زائد یا کم کوئی چیز چھپائے تو یہ غلول (خیانت اور چوری) ہوگی، جس کے ساتھ وہ قیامت والے دن بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوگا، پس انصار میں سے ایک سیاہ فام آدمی کھڑا ہوا، گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں اور اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے جو اپنی ذمہ داری سونپی ہے وہ مجھ سے واپس لے لیجئے۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے آپ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے (جس سے میں ڈر گیا ہوں)، آپ نے فرمایا: میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ ہم جس کو کسی کام پر مقرر کریں تو اس کو چاہئے کہ جو بھی کم یا زیادہ اسے ملے وہ ہمارے پاس لائے۔ پس اس میں سے جو کچھ دے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے اس کو روک دیا جائے اس سے وہ باز رہے۔

(صحیح مسلم)

عقائد کے باب میں منہج سلف کی وسطیت

مامون رشید بن ہارون رشید سلفی

(آخری قسط)

۹-عذاب قبر کے مسئلہ میں وسطیت کہ وہ روح پر ہوگا یا بدن پر:

بعض لوگ کہتے ہیں جن میں ابن حزم بھی ہیں کہ عذاب قبر صرف روح پر ہوگا، اس کے برعکس بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ عذاب قبر صرف بدن پر ہوگا، جبکہ اہل السنہ والجماعہ وسطیت واعتدال کی راہ اپناتے ہوئے کہتے ہیں کہ عذابِ قبر روح اور بدن دونوں پر ہوگا، اس کی کیا کیفیت ہوگی یہ اللہ ہی کو معلوم ہے اور وہی اس کا فیصلہ کرے گا، ہم نہ تو تاویل کریں گے نہ ہی انکار کریں اور نہ اپنی طرف سے کسی بات کا اضافہ کریں گے، بلکہ وہی کہیں گے جو نصوص نے بیان کیا ہے اور ان امور پر سکوت اختیار کریں گے جن کے تعلق سے کتاب وسنت خاموش ہے، پس اہل السنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ عذابِ قبر روح اور جسم دونوں پر ہوگا البتہ اصل روح پر ہوگا جسم اس کے تابع ہوگی، کیونکہ عوالم تین ہیں: ایک: دنیا جس میں عذاب دراصل جسم پر ہوتا ہے اور روح اس کے تابع ہوتی ہے، دوسرا: برزخ جس میں عذاب اصلا روح پر ہوتا ہے اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے، اور تیسرا: آخرت جس میں عذاب روح اور بدن دونوں پر برابر ہوگا نہ کم نہ زیادہ، یہ اہل السنہ والجماعہ کا عقیدہ ہے جس پر نصوص شریعت دلالت کرتی ہیں جو کہ عقائد کی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

۱۰- تکفیر معین کے مسئلہ میں وسطیت:

بعض لوگ جن میں خوارج، جماعۃ التکفیر والہجرۃ اور بالخصوص حکام کی تکفیر کے باب میں خوارج العصر اخوان المسلمین وغیرہم ہیں، یہ لوگ اپنے خودساختہ قواعد وضوابط کی روشنی میں شروط وموانع کی پاسداری کے بغیر تعیین کے ساتھ گنہگار مسلمانوں اور مخالف افکار ونظریات کے حامل مؤمنوں کو کافر قرار دیتے ہیں، اور خواہش پرستی اور تعصب کی بنیاد پر لوگوں کی نیتوں میں گھس کر اوہام وظنون کا سہارا لے کر بلاعلم ودلیل اللہ کے بندوں کو دین سے خارج قرار دیتے ہیں، چنانچہ اگر کوئی ان کے باطل افکار کو قبول نہ کرے تو کہتے ہیں کہ اگر تم ہمارے ساتھ نہیں تو ہمارے دشمن ہو اور پھر اس کی تکفیر کر ڈالتے ہیں۔

اس کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ ہے جن میں دور حاضر کے مسلم عقلانیین، لبرلز اور غامدی فکر سے متاثر افراد وغیرہم ہیں، انہوں نے تکفیر معین کا دروازہ سرے سے بند کر رکھا ہے، ان کے نزدیک سوائے اس کے جسے بالتعیین نصوص میں کافر کہا گیا ہے کسی بھی معین شخص کو ہرگز کافر نہیں قرار دیا جا سکتا، جو بھی شخص خود کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے خواہ اس کے اعمال کچھ بھی ہوں، کسی بھی عالم قاضی مفتی

یا محکمہ کو اس کی تکفیر کا کوئی حق نہیں ہے، معین تکفیر صرف اللہ کا حق ہے، لہٰذا عمومی انداز میں صرف اقوال و اعمال پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے، جہاں تک اشخاص کی تکفیر کی بات ہے تو یہ قطعاً جائز نہیں ہے۔

جبکہ اہل الحدیث والسنہ کا موقف یہ ہے کہ ہم نہ تو تکفیر معین کا دروازہ مطلقاً کھلا چھوڑ دیتے ہیں کہ جو چاہے اور جس کی چاہے بلا کسی اصول و ضابطے کے شتر بے مہار کی طرح تکفیر کرتا پھرے، اور نہ ہی مطلقاً بند کر دیتے ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا شرک و کفر کا ارتکاب کر لے اور ہم شروط کی موجودگی اور موانع کی معدومی کے باوجود اسے مؤمن ہی سمجھتے رہیں، بلکہ اس باب میں ہمارا ایک اہم اصول یہ ہے کہ " تکفیر عام تکفیر معین کو مستلزم نہیں ہے، اور کسی معین شخص پر کفر کا فتویٰ تبھی لگے گا جب تکفیر کے شروط پورے ہوں گے اور کوئی مانع نہیں ہوگا " چنانچہ اگر کوئی مخصوص شخص کسی کفریہ قول یا فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو ہم یہ تحقیق کر لینے کے بعد کہ واقعی اس نے یہ فعل انجام دیا ہے، اس پر دو طرح سے غور کرتے ہیں، اول تو یہ دیکھتے ہیں کہ آیا وہ قول یا فعل واقعی دین سے خارج قرار دینے والا کفر ہے یا نہیں، اگر حقیقت میں وہ کفر ہوتا ہے تو دلائل کی روشنی میں اس پر کفر کا حکم لگاتے ہیں، اس کے بعد یہ دیکھتے ہیں کہ کیا اس کا قائل یا فاعل اس عمل کی بنیاد پر تکفیر کا مستحق ہے یا نہیں اور اس کے لئے ہم اسے تکفیر کے شروط و موانع کے میزان پر تولتے ہیں، اگر تو اس کے اندر تکفیر کے تمام شروط پائے جاتے ہیں اور کوئی ایک بھی مانع نہیں ہوتا ہے تو اس کی تکفیر کرتے ہیں لیکن اگر کوئی ایک بھی شرط مفقود ہوتا اور کوئی ایک مانع موجود ہوتا ہے تو اس کی تکفیر سے احتراز کرتے ہیں، اور یہ تکفیر معین کا فیصلہ علمائے راسخین اور مخصوص قضاۃ و مفتیان کرام کے ذمے ہوتا ہے ہر کس و ناکس اور طلبہ علم کو اس کا اختیار نہیں ہوتا کیونکہ یہ بڑا سنگین اور انتہائی خطرناک معاملہ ہے۔

تکفیر معین کے شروط: بندہ عاقل ہو، اسے معلوم ہو کہ یہ قول عمل یا اعتقاد تکفیر کا موجب ہے، اس نے اپنی مرضی اور اختیار سے اس فعل کا ارتکاب کیا ہو، اس نے قصد و ارادے کے ساتھ جان بوجھ کر اس طرح کی حرکت کی ہو، وہ بالغ ہو، اور بغیر کسی تاویل کے کفر یہ کام کرے۔

موانع تکفیر: جو کہ در اصل شروط تکفیر کے مخالف امور ہیں: یعنی وہ بندہ مجنون و پاگل ہو اس کی عقل صحیح سالم نہ ہو، اسے معلوم نہ ہو کہ یہ عمل کفر ہے بلکہ اس نے جہالت کی بنیاد پر اس کا ارتکاب کیا ہو، وہ مجبور ہو، بغیر قصد و ارادے کے اس سے یہ حرکت سرزد ہو گئی ہو مثال کے طور پر کوئی انتہائی خوشی یا بیحد غصے کے عالم میں کوئی کفریہ کلمہ کہہ دے، وہ بندہ نابالغ یعنی بچہ ہو، یا اس نے کسی مناسب تاویل کی بنیاد پر اسے درست سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کیا ہو۔

۱۱-معانی صفات کے معلوم یا مجہول ہونے کے مسئلہ میں وسطیت:

اہل قبلہ میں سے ایک گروہ جنہیں "مفوضہ " کہا جاتا ہے، جن میں اشاعرہ اور بعض ماتریدیہ بھی ہیں کہتے ہیں کہ نصوص الصفات یعنی صفات باری تعالیٰ پر مشتمل آیات واحادیث کے معانی نامعلوم و غیر مفہوم ہیں، اس لئے ہمیں نصوص میں وارد صفات کے معانی معلوم نہیں ہیں، یہ "مفوضہ اور اہل التجہیل " ہیں، واضح رہے کہ صفات کے باب میں اشاعرہ کا دو مسلک ہے: ایک تاویل جس پر ان کی

اکثریت ہے۔

دوسرا: تفویض جس پر چلنے والے بہت کم لوگ ہیں، ماتریدیہ میں بھی کچھ لوگ اس فکر کے قائل ہیں کہ یا تو تاویل کی جائے یا تفویض، جبکہ ان سب کے نزدیک تاویل احکم وافضل ہے کیونکہ ان کے مطابق یہ تنزیہ ہے جبکہ تفویض اسلم ہے۔

ان مفوضہ کے نزدیک تفویض کا مطلب تفویض المعنی والکیفیہ دونوں ہیں، یعنی نصوص صفات کے معنی ومفہوم اور ان صفات کی کیفیات دونوں کا علم اللہ کے حوالے کر دیا جائے، چنانچہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جس طرح ایک عامی عجمی انسان قرآنی آیات کی تلاوت کر کے کچھ نہیں سمجھتا بعینہ اسی طرح ہم بھی نصوص الصفات سے کچھ نہیں سمجھتے، یہ ایسا اس لئے کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ان نصوص سے تشبیہ کے علاوہ کچھ سمجھ نہیں آتا لہٰذا اگر معنی بیان کریں گے تو تشبیہ لازم آئے گی جو کہ کفر ہے، اور وہ بعض سلف کا قول "أمروها كما جاءت" سے استدلال کرتے ہوئے اسے سلف کا مذہب قرار دیتے ہیں، اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ معطلہ خواہ وہ جہمیہ ہوں معتزلہ ہوں یا اشاعرہ وماتریدیہ یہ مشبہ سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ یہ پہلے تو تشبیہ سوچ لیتے ہیں پھر اس کے بعد تنزیہ کے نام پر تاویل و تحریف کرتے ہیں، شیخ الاسلام نے مفوضہ کے مسلک کے بارے میں لکھا ہے "إن قول أهل التفويض من شر أقوال أهل البدع والإلحاد " کہ مفوضہ کا قول اہل بدعت والحاد کا سب سے بدترین قول ہے۔

اس کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ ہے جنہیں "ممثلہ ومشبہ " کہا جاتا ہے جو نصوصِ صفات کے معانی کے ساتھ ساتھ کیفیات کی معرفت کا بھی دعویٰ کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ "اللہ کی صفات ہماری صفتوں کی طرح ہیں "اور کیفیت کے بارے میں بات کرنے سے ذرہ برابر بھی نہیں ہچکچاتے، ان کے ہاں معرفت کے دعویٰ میں افراط اور مبالغہ آرائی ہے، جبکہ پہلے گروہ کے ہاں جہالت کے اقرار میں غلو وتطرف ہے۔

لیکن اہل الحدیث والسنہ اہل وسطیت واعتدال افراط وتفریط سے پاک صراط مستقیم پر گامزن ہیں، جو کہتے ہیں کہ ہمیں نصوص الصفات کے معانی معلوم ہیں لیکن ہم کیفیات سے ناواقف ہیں، جیسا کہ امام مالک وغیرہ نے فرمایا ہے (الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة) (رسالة "الأثر المشهور عن الإمام مالك في صفة الاستواء "للشيخ عبد الرزاق البدر) کہ استواء کا معنی غیر مجہول یعنی معلوم ہے، اس کی کیفیت غیر معقول ہے، اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس کی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، یہ عبارت اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے بارے میں اہل السنہ والجماعہ کا متفقہ اصول ہے کہ صفات کے معانی معلوم ہیں ان کی کیفیات نامعلوم ہیں ان پر ایمان لانا واجب ہے اور ان کی کیفیات کے بارے میں غور وخوض کرنا بدعت وضلالت ہے، چنانچہ اہل السنہ نہ تو دعوائے معرفت میں غلو وافراط سے کام لیتے ہیں کہ کیفیت کی معرفت کا دعویٰ کر بیٹھیں اور نہ ہی تفریط کا مظاہرہ کرتے ہوئے دعوائے جہالت میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں

کہ معانی کے علم کی بھی نفی کر دیں، بلکہ دونوں گروہوں کے پاس جو حق ہے اسے لے لیتے ہیں اور جو باطل ہے اسے ترک کر دیتے ہیں، یعنی ہم نصوص الصفات کے معانی سمجھتے ہیں اوران معانی کو اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں لیکن ان صفات کی کیا کیفیت ہے اس کا علم اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں۔

۱۲- حکام کے ساتھ تعامل کے باب میں وسطیت:

امت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو حکمرانوں کے ہاتھوں کھلونا بن جاتے ہیں، ان کے قدموں میں لیٹ جاتے ہیں، ان کے تابع فرمان غلام بن جاتے ہیں، جوان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اوران کی نا میں نا کرتے ہیں، حکمران انہیں جیسے چاہتے ہیں استعمال کرتے ہیں اور جو بھی غلط کام چاہتے ہیں ان سے کرواتے ہیں، معروف اور منکر کی تفریق کے بغیر یہ ان کی مطلق اطاعت کرتے ہیں، حکام کے جھوٹ ان کے لئے سچ اور حکام کے گناہ ان کے سامنے ثواب کی مانند ہوتے ہیں، یہ لوگ حکام کو مرفوع القلم سمجھتے ہیں نہ انہیں نصیحت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے خلاف شرع کاموں سے نفرت کرتے ہیں، بلکہ وہ حکمرانوں کے ہر غلط کام کا جواز فراہم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، چکنی چپڑی باتوں اور تملق بازی وچاپلوسی کے ذریعے ہمیشہ حکمرانوں سے قربت بڑھانے کی فراق میں رہتے ہیں، ایسے لوگ انتہائی بدترین مخلوق ہیں، یہی حکمرانوں کے بگاڑ کے اسباب ہوتے ہیں، ان کے سامنے فقط دنیا اور متاع دنیا ہوتی ہے، اور یہ خواہش کے پجاری ہوتے ہیں اللہ امت کو ایسے لوگوں سے پاک کرے آمین!

جبکہ اس کے بالمقابل ایک گروہ خوارج واخوان کا ہے جو "اطاعت ولی الامر" والی احادیث سے گدھوں کی طرح بدکتے اور بھاگتے ہیں، حکمرانوں کے خلاف خروج وبغاوت کرتے ہیں، اور منبر ومحراب پر ہمیشہ ان کے خلاف آگ اگلتے اور زہر برساتے ہیں، اوران کی مخالفت وعداوت اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانے کو دین وایمان اور جہاد سمجھتے ہیں، نہ کسی سلطان کی عزت کرتے ہیں، نہ ان کی اطاعت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی بات سنتے ہیں بلکہ جب بھی موقع ملتا ہے ان کے خلاف ہتھیار اٹھا کر تختہ پلٹ دیتے ہیں حکمران کا قتل کر ڈالتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کے مذہب کی بنیاد ہی بغاوت خوں ریزی لوٹ مار اور فتنہ وفساد پر ہے۔

ان سب کے برخلاف اہل الحدیث والسنہ نہ تو مطلق اطاعت کی بات کرتے ہیں اور نہ ہی مطلق معصیت اور خروج وبغاوت کی بات کرتے ہیں بلکہ نیکی اور معروف کے کاموں میں ولی الامر کی اطاعت واجب سمجھتے ہیں خواہ حاکم کا حکم پسند ہو یا ناپسند جب تک حرام کام کا حکم نہ دے اس کی اطاعت واجب سمجھتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِـي الْأَمْـرِ مِـنكُمْ (النساء۵۹)، جبکہ معصیت کے کاموں میں ولی الامر کی اطاعت حرام سمجھتے ہیں کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق) کہ خالق کی نافرمانی کرتے ہوئے کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

نیز وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسلمان حاکم کے

خلاف قولی یا فعلی مسلح یا غیر مسلح کسی بھی قسم کی بغاوت جائز نہیں ہے، کیونکہ قولی بغاوت فعلی بغاوت کا وسیلہ ہے اور سد ذریعہ شرعاً مطلوب ومقصود ہے، اسی طرح عوام کے سامنے ان کی برائیاں بیان کرنا اوران پرعلانیہ ردوتنقید کرنا بھی جائز نہیں ہے، ہاں اگر حاکم وقت معصیت کا ارتکاب کرتا ہواور اس کی حکومت میں ظلم ناانصافی اورخلاف شرع کام ہورہے ہوں تو تنہائی میں یا ڈائریکٹ اس کے سامنے جاکران غلط کاموں پرحتی المقدورنکیر کرنا اوراسے نصیحت کرنا بھی اہل علم وفضل پرواجب سمجھتے ہیں۔

اورصرف اسی صورت میں خروج وبغاوت جائز سمجھتے ہیں کہ حاکم صریح کفر کا ارتکاب کرے، اوراس عمل کے کفر ہونے پرکتاب وسنت کی واضح دلیل موجود ہو، اوریقینی وقطعی ذرائع سے تصدیق حاصل ہو کہ حاکم نے واقعی اس کفر کا ارتکاب کیا ہے، نیز غالب گمان ہو کہ بغیرخون بہائے اس پر غلبہ ممکن ہے اوراس حاکم سے بہتر کوئی دوسرا حکمرانی کا اہل شخص موجود ہے۔

نیز اہل السنہ والحدیث ہرمسلمان حاکم کی اقتداء میں حج جہاد جمعہ اور جماعت کی ادائیگی واجب سمجھتے ہیں خواہ وہ نیک ہو یا فاسق وفاجر، جوکوئی بھی کسی فاسق وفاجر امام کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتا اور الگ جماعت قائم کرتا ہے یا اکیلے نماز پڑھتا ہے وہ بدعت کا داعی اور سنت سے دور ہے۔

۱۳-رجاءاورخوف کے مسئلہ میں وسطیت:

اس مسئلہ میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں؛ کچھ لوگ جن میں مرجئہ بھی ہیں رجاء یعنی امید کے پہلو کوغلبہ دیتے ہوئے عبادت کرتے ہیں، چنانچہ یہ لوگ رحمت ومغفرت اور جنت ونعمت سے متعلق وعدہ ربانی پر مشتمل نصوص کوفوقیت دیتے ہیں اور رجائیت کا شکار ہوکر اللہ کی پکڑ اور عذاب سے بے پروا گناہ کرتے جاتے ہیں، کیونکہ انہیں یہ امید ہے کہ اللہ غفورورحیم ہےاس لئے وہ جوبھی اور جتنا بھی گناہ کریں اللہ انہیں معاف کردے گا، یہ انتہائی باطل عقیدہ ہے جس کا انجام بڑا سنگین اورخطرناک ہے۔

اس کے برعکس کچھ لوگ اللہ کی رحمت ومغفرت سے غافل ہوکر صرف اورصرف خوف کی بنیاد پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اور وعید سے متعلق نصوص کوفوقیت دیتے ہیں اور وعدہ ورحمت سے متعلق نصوص سے بے اعتنائی برتتے ہیں، چنانچہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں جوکہ کفر ہے، یہ وعید یہ خوارج ومعتزلہ ہیں،انہوں نے افراط ومبالغہ آرائی اورشدت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے، جبکہ پہلے گروہ نےتفریط وتساہل سے کام لیا ہے۔

لیکن اہل السنہ والحدیث وسطیت کی راہ پرگامزن ہیں چنانچہ وہ خوف اور رجاء دونوں کے ذریعے عبادت کرتے ہیں اوراپنی عبادت کی بنیاد دونوں پررکھتے ہیں، چنانچہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے بھی ہیں اوراس کی رحمت ومغفرت کی امید بھی رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفت بیان فرمائی ہے: ﴿ويدعوننا رغبا ورهبا﴾ (الانبیاء۹۰) کہ وہ ہمیں رغبت یعنی ثواب ونعمت کی امید اور رہبت یعنی خوف کے ساتھ پکارتے ہیں، نیز فرمایا: ﴿ادعوا ربك تضرعا وخفية إنه لا يحب المعتدين﴾ (الأعراف۵۵) ﴿أَمَّنْ هُوَ قَـٰنِتٌ ء

اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهٖ﴾ (الزمر۹)، پس اہل السنہ اپنی عبادت میں خوف ورجاء اور رغبت ورہبت دونوں کو جمع کرتے ہیں جس سے خشیت پیدا ہوتی ہے، کیونکہ جو اللہ کی عبادت فقط رجاء کی بنیاد پر کرتا وہ اللہ کے مکر سے مامون وبےخوف ہوجاتا ہے: ﴿أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (الاعراف۹۹) اور جو اللہ کی عبادت فقط خوف کی بنیاد پر کرتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوجاتا ہے: ﴿وَلَا تَايْـَٔسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَايْـَٔسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾ (یوسف: ۸۷) اور جو اللہ کی عبادت ان دونوں کے ذریعے کرتا ہے وہی سچا موحد اور پکا مومن ہے، کیونکہ خوف ورجاء عبادت کے لئے پرندہ کے دو بازوؤں کی مانند ہے اور یہ بدیہی ہے کہ پرندہ ایک بازو کے ذریعے نہیں اڑسکتا!

لہٰذا اصل یہی ہے کہ خوف ورجاء دونوں برابر ہوں، البتہ اگر اسباب ومقتضیات موجود ہوں تو بعض صورتوں میں کسی ایک کو غلبہ دینا بھی جائز ہے، چنانچہ بیماری کی حالت میں، موت کے وقت، مصیبت وپریشانی کے عالم میں، اسی طرح گناہوں سے توبہ کے موقع پر "رجاء "یعنی امید کو غلبہ دیا جائے گا تاکہ اللہ کی رحمت سے مایوسی نہ ہو، جبکہ تندرستی اور مالداری کی حالت میں اسی طرح گناہ میں ملوث ہونے کے اندشیہ کے وقت خوف کو غلبہ دیا جائے گا تاکہ عجب وکبر سے محفوظ رہے اور گناہوں میں واقع نہ ہو نیز اللہ کی پکڑ سے غافل نہ ہوجائے۔

۱۴- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے مسئلہ میں وسطیت:

امت کے بہت سارے لوگ جن میں صوفیہ اور قبر پرست بریلویہ وغیرہ فرقے شامل ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بیحد افراط اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں، چنانچہ آپ کو الٰہی صفات سے متصف کر کے مقام ربوبیت پر فائز کردیتے ہیں، آپ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ نور ہیں جسے اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے، آپ سے مدد طلب کرتے ہیں، مصیبت کے وقت آپ کو پکارتے ہیں، آپ سے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے فریاد کرتے ہیں، اولاد مانگتے ہیں، شفا چاہتے ہیں، آپ کو عالم الغیب سمجھتے ہیں، آپ کے سایہ ہونے کا انکار کرتے ہیں، بلکہ یہاں تک کہہ ڈالتے ہیں کہ "وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر اتر آیا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہوکر" نیز کہتے ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو یہ کائنات نہ ہوتی، آپ ہی کے نور سے مخلوقات کی تخلیق ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ خرافات۔

اس کے بالمقابل کچھ روافض اور غالی قسم کے صوفیہ وغیرہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور آپ کی تنقیص وتوہین کرتے ہیں، چنانچہ روافض کا عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت کا مقام ومرتبہ انبیاء ورسل اور فرشتوں سے بالاتر ہے، اسی طرح صوفیہ کا عقیدہ ہے کہ ان کے اولیاء انبیاء ورسل سے افضل اور ان سے زیادہ علم والے ہیں، کسی بڑے صوفی نے کہا ہے کہ "اے انبیاء کی جماعت اللہ نے تمہیں نبوت کا لقب عطا کیا ہے جبکہ ہمیں وہ کچھ دیا گیا ہے جو تمہیں نصیب نہیں ہوا ہے "ابو

یزید بسطامی نے کہا کہ "اللہ کی قسم میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے کہیں بڑا ہے، میرا جھنڈا نور سے بنا ہے "اسی طرح کسی نے کہا" برزخ میں نبی کا مقام رسول سے تھوڑا اوپر اور ولی سے نیچے ہے "(انظر التصوف لإحسان إلٰہی ظہیر ص: ۱۸۸) اسی مقصد سے بعض صوفیوں نے "خاتم الأنبیاء " کے بالمقابل "خاتم الأولیاء " کی اصطلاح ایجاد کی ہے اور خاتم الاولیاء کو نبیوں سے افضل قرار دیا ہے۔

جبکہ اہل السنہ والجماعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، آپ سید الخلق اور افضل الرسل ہیں، آپ سے محبت دین ایمان اور احسان ہے، آپ کی اطاعت تعظیم وتوقیر اور آپ کی سنت کی اتباع ایمان کا رکن اور حتمی فریضہ ہے، آپ خاتم النبیین ہیں، آپ عالم الغیب نہ تھے نہ اپنی زندگی میں اور نہ مرنے کے بعد سوائے ان مخفی امور کے جن کی خبر اللہ نے آپ کو دی تھی، آپ ایک انسان تھے جس کے پاس کوئی الٰہی صفت نہ تھی، نیز اہل السنہ آپ کی شان میں مبالغہ آرائی اور آپ کی تعریف وتوصیف میں غلو وافراط سے منع کرتے ہیں، آپ پر درود وسلام پڑھنا واجب سمجھتے ہیں، اور یہ یقین کامل رکھتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی کوتاہی نہیں کی ہے۔

۱۵-اولیاء وصالحین کی تعظیم اور کرامات اولیاء کے باب میں وسطیت:

اس باب میں اہل قبلہ کے تین گروہ ہیں:

پہلا گروہ: روافض، غالی قسم کے صوفیہ اور قبر پرست بریلویہ کا ہے، جو بعض حقیقی صالحین کے علاوہ عام طور پر بدعات وخرافات کے ائمہ ودعات کو اولیاء اللہ اور صالحین سمجھتے ہیں، ان کی طرف غلو وافراط پر مبنی ناقابل یقین عجیب وغریب قسم کے کرامات وکمالات منسوب کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ انہیں کائنات کی تدبیر وتنظیم میں تصرف کی قدرت واختیار حاصل ہے، ان سے استغاثہ واستعانت کرتے ہیں، ان کی قبروں پر مساجد ومزارات تعمیر کرتے ہیں اور ان پر پھول چادر اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں، ان کا طواف کرتے ہیں، ان کی قبروں پر سجدہ کرتے ہیں اور فریادیں لے کر مزارات کی طرف رخت سفر باندھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

دوسرا گروہ: معتزلہ وجہمیہ اور فلاسفہ کا ہے جو اولیاء و صالحین کی تنقیص کرتے ہیں، ان کی شان میں تفریط وتقصیر سے کام لیتے ہیں اور ان کے لئے جو فضائل ومناقب ثابت ہیں ان کا انکار کرتے ہیں، نیز ان سے کرامات کے وقوع وظہور کی بھی نفی کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ خوارق عادت امور کا ظہور صرف انبیاء ورسل کے ہاتھوں ہی ممکن ہے لہٰذا اگر غیر انبیاء ورسل کے ہاتھوں بھی خوارق عادت اشیاء کا ظہور ہو جائے تو معاملہ خلط ملط ہو جائے گا اور نبی غیر نبی کے درمیان تفریق مشکل ہوگی، اس لئے کہ نبی اور غیر نبی کے مابین فارق معجزہ ہے جو کہ خوارق عادت اشیاء میں سے ہوتا ہے۔

تیسرا گروہ: اہل الحدیث والسنہ کا ہے، جو اس بات کے قائل ہیں کہ صالح اور متقی مؤمنین ہی اولیاء اللہ ہیں، لہٰذا ان سے موالات ومحبت کرنا، ان کی تعریف کرنا، ان کی خوبیوں کا تذکرہ کرنا اور ان کے لئے دعائیں کرنا واجب ہے، اولیاء وصالحین گناہوں اور غلطیوں سے معصوم نہیں

ہوتے ،لہذا ان سے بھی وہ گناہیں اور غلطیاں سرزد ہوسکتی ہیں جو عام مسلمانوں سے ہوتی ہیں، نیز اہل السنہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ حقیقی اولیاء اللہ سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے،اور اولیاء اللہ کی جو کرامات صحیح اسانید سے مروی ہیں ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان پر ایمان رکھتے ہیں، کسی بھی ولی اللہ کو کسی نبی یا رسول پر فضیلت نہیں دیتے ہیں، اور ان کی شان میں مبالغہ آرائی سے کام لینا اور انہیں کائنات کی تدبیر میں تصرف کا مجاز ومختار سمجھنا، ان کی قبروں پر مساجد و مزارات تعمیر کرنا اور ان کے لئے کسی بھی قسم کی عبادت انجام دینا قطعاً جائز نہیں سمجھتے ہیں۔

۱۶-اسباب کی تاثیر کے مسئلے میں وسطیت:

کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اسباب بذاتِ خود مؤثر ہیں، انہیں "مشرکۃ الأسباب " کہا جاتا ہے، یہ توحید ربوبیت میں شرک کے مرتکب ہیں، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ کے علاوہ کچھ دوسرے عناصر بھی تصرف کا اختیار رکھتے ہیں، یہ اسی قسم کا عقیدہ ہے جو کہتا ہے کہ "ہامہ "اور "طیرہ "بذاتِ خود نقصان پہنچاتے ہیں، اور تمائم و تولہ اور جھاڑ پھونک بذاتِ خود نفع پہنچاتے ہیں، یہ سب ربوبیت میں شرک ہے، یہ لوگ "اسباب کے اثبات" میں غلو وافراط سے کام لیتے ہیں، ان کے اس موقف میں حق اور باطل دونوں ہیں، حق یہ ہے کہ یہ اسباب کے مؤثر ہونے کا اقرار کرتے ہیں، اور باطل یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسباب کی یہ تاثیر ذاتی ہے، اللہ کی تقدیر کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

اس کے برعکس کچھ دوسرے لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اسباب کی قطعاً کوئی تاثیر نہیں ہوتی ہے، بلکہ اثر سبب کے وجود کے وقت وجود پذیر ہوتا ہے نہ کہ سبب کے ذریعے، یہ جہمیہ کے کچھ گروہ ہیں جنہیں "معطلۃ الاسباب " کہا جاتا ہے، چنانچہ اگر آپ کسی شیشہ پر پتھر پھینکیں اور وہ ٹوٹ جائے تو ان کے نزدیک پتھر پھینکنے کا شیشہ ٹوٹنے میں ہرگز کوئی ہاتھ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی تاثیر کارفرما ہے، بلکہ دراصل شیشہ خود بخود ٹوٹ جاتا گرچہ آپ پتھر نہ بھی پھینکتے، اسی طرح جب آپ کو بھوک لگتی ہے اور آپ کھانا کھا کر شکم سیر ہوجاتے ہیں تو ان کے مطابق یہ شکم سیری کھانے کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ کھانے کے وقت حاصل ہوتی ہے اس طور پر کہ پیٹ بھرنے میں کھانے کی کوئی تاثیر نہیں ہوتی بلکہ کھانے کے وقت پیٹ خود بخود بھر جاتا ہے، اس قول کے بارے میں شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں کہ یہ ایسا باطل اور احمقانہ بات ہے کہ اس سے بیوقوف لوگ بھی ہنستے ہیں۔

ان احمقوں کی رائے کے مطابق اگر کوئی شخص اپنے دشمن کو گولی مار کر قتل کر ڈالتا ہے اور وہ پکڑے جانے پر کہتا ہے کہ موت تو گولی لگنے کے وقت واقع ہوئی ہے، گولی اور گولی مارنے والے کا موت کے وقوع میں کوئی عمل دخل نہیں ہے، تو ان کے مسلک کے مطابق ملزم قتل کے جرم سے بری ہے، کیونکہ یہ لوگ اسباب کی تاثیر کے قائل نہیں ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی ان میں کسی احمق کو تھپڑ رسید کردے اور تھپڑ کھانے والا شخص کہے کہ تم نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، اس پر تھپڑ مارنے والا کہے کہ تکلیف تو تھپڑ پڑنے کے وقت حاصل ہوئی نہ کہ تھپڑ کی وجہ سے کیونکہ اسباب تو غیر مؤثر ہیں تو کیا وہ یہ بات معقول سمجھ کر قبول کرے گا؟!

جبکہ اہل السنہ والحدیث کا وسطیت واعتدال پر مبنی موقف یہ ہے کہ اسباب مؤثر ہیں لیکن ان کی تاثیر بذاتِ خود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قضاء وقدر اور مشیت وحکم کے تابع ہے، وہی سبب اور اس کے اثر کو مربوط کرتا ہے اور وہی اس کو اثر سے جدا کرنے اور روکنے پر بھی قادر ہے، لہٰذا اگر اللہ چاہے تو سبب کی وجہ سے اس کی تاثیر پیدا کردے اور اگر چاہے تو سبب کی موجودگی کے باوجود اثر معدوم ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے معاملے میں آگ کو اس کی تحریق کی تاثیر سے الگ کردیا تھا فرمایا: ﴿قُلْنَا يَٰنَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ﴾ (الأنبياء۶۹)، چنانچہ آگ کی موجودگی کے باوجود تحریق کا اثر نہیں پایا گیا، پس اہل السنہ نہ تو مطلقاً تاثیر کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اسباب کو بذات خود مؤثر قرار دیتے ہیں، بلکہ وہ منکرین تاثیر کا رد کرتے ہوئے اسباب کو مؤثر مانتے ہیں اور "مشرکۃ الاسباب " کا رد کرتے ہوئے اس تاثیر کی استقلالیت کی نفی کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسباب اللہ کی قضاء وقدر اور مشیت وحکم سے مؤثر ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل الحدیث والسنہ دین وشریعت کے تمام ابواب ومسائل میں افراط وتفریط تشدد وتساہل اور غلو وجفاء سے پاک وسطیت اور اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں اور ہر مسئلہ میں دلائل کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر تمام ادلہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا موقف متعین کرتے ہیں۔

تفصیلات کے لئے رجوع کریں:

(۱) رسالة فی بیان وسطیة أهل السنة فی أبواب الاعتقاد، للشيخ وليد السعيدان

(۲) وسطية أهل السنة بين الفرق، للدكتور محمد باكريم

(۳) المختصر الحثيث فی بيان أصول منهج السلف أصحاب الحديث، عيسى بن مال الله فرج

☆☆☆

حرمت مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس کی خیانت کرتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے (یا نہ اسے جھوٹا قرار دیتا ہے) نہ اسے بے سہارا چھوڑتا ہے۔ ایک مسلمان کی عزت، اس کا مال اور اس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ تقویٰ یہاں (دل میں) ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔

(رواہ الترمذی، وقال حدیث حسن)

حدیث المُوتان (قیامت کی چھ نشانیوں والی روایت)

تحریر ودراسة: عبدالعلیم بن عبدالحفیظ سلفی (سعودی عرب)

(چوتھی قسط)

(بقیہ تخریج حدیث الموتان)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت:

اس باب میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے جس کی مختلف محدثین نے اپنی کتابوں میں تخریج کی ہے اس روایت کے الفاظ ہیں:

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ وُضُوءًا مَكِيثًا، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَنَظَرَ إِلَيَّ، فَقَالَ: "سِتٌّ فِيكُمْ أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ: مَوْتُ نَبِيِّكُمْ "صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -فَكَأَنَّمَا انْتَزَعَ قَلْبِي مِنْ مَكَانِهِ -قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَاحِدَةٌ "قَالَ: "وَيَفِيضُ الْمَالُ فِيكُمْ، حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيُعْطَى عَشَرَةَ آلَافٍ، فَيَظَلُّ يَتَسَخَّطُهَا"، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثِنْتَيْنِ"، قَالَ: "وَفِتْنَةٌ تَدْخُلُ بَيْتَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْكُمْ "، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثٌ"، قَالَ: "وَمَوْتٌ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ "، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرْبَعٌ" قَالَ: "وَهُدْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ يَجْمَعُونَ لَكُمْ تِسْعَةَ أَشْهُرٍ، كَقَدْرِ حَمْلِ الْمَرْأَةِ، ثُمَّ يَكُونُونَ أَوْلَى بِالْغَدْرِ مِنْكُمْ "، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَمْسٌ"، قَالَ: "وَفَتْحُ مَدِينَةٍ "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سِتٌّ"، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ مَدِينَةٍ؟ قَالَ: "قَسْطَنْطِينِيَّةُ"۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی آرام کے ساتھ وضو کر رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور فرمایا:"اے میری امت تم میں چھ چیزیں ہوں گی: تمہارے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وصال"۔ ایسا لگا جیسے کسی نے میرا دل کھینچ لیا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ ایک ہوئی، تمہارے پاس اتنا مال آجائے گا کہ اگر کسی کو دس ہزار بھی دیئے جائیں تو وہ ناراض ہی رہے گا یہ دوسری ہوئی، وہ فتنہ جو گھر گھر میں داخل ہو جائے گا، یہ تیسری ہوئی بکریوں کی ایک خاص بیماری کی طرح موت، یہ چوتھی ہوئی تمہارے اور رومیوں کے درمیان صلح جو عورت کے زمانہ حمل کے بقدر نو مہینے تک تمہارے ساتھ اکٹھے رہیں گے، پھر وہی عہد شکنی میں پہل کریں گے یہ پانچویں چیز ہوئی اور ایک شہر کی فتح، یہ چھٹی چیز ہوئی"۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کون

ساشہر؟ فرمایا:" قسطنطنیہ"۔

اس روایت کو مندرجہ ذیل محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے:

- الإمام أحمد بن حنبل: (دیکھئے: مسندالامام احمد: 2/ 174)۔

- الإمام الطبرانی:

(دیکھئے: المعجم الکبیر للطبرانی: 13/ 490 رقم/ 14363ط: فریق من الباحثین)۔ اس روایت کو امام ہیثمی "مجمع الزوائد: 7/ " 623 کے اندر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "رواہ احمد والطبرانی، وفیہ ابوجناب الکلبی وھو مدلس۔(ابوجناب کا نام یحیی بن ابی حیہ الکلبی ہے۔) حالانکہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے اسے تقویت ملتی ہے۔ نیز دیکھئے: البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: 92/19۔

معاذبن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت:

معاذبن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو بھی مختلف محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، وہ روایت کچھ یوں ہے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عن النبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "سِتٌّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ : مَوْتِي، وَفَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، وَمَوْتٌ يَأْخُذُ فِي النَّاسِ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ، وَفِتْنَةٌ يَدْخُلُ حَرْبُهَا بَيْتَ كُلِّ مُسْلِمٍ، وَأَنْ يُعْطَى الرَّجُلُ أَلْفَ دِينَارٍ فَيَتَسَخَّطَهَا، وَأَنْ تَغْدِرَ الرُّومُ فَيَسِيرُونَ فِي ثَمَانِينَ بَنْدًا، تَحْتَ كُلِّ بَنْدٍ اثْنَاعَشَرَأَلْفًا "۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: "علامات قیامت چھ ہیں: میرا فوت ہونا، بیت المقدس کا فتح ہونا، بکری کے سینے کی بیماری کی طرح موت کا لوگوں کو دبوچنا، ہرمسلمان کے گھر کو متاثر کرنے والے فتنے کا ابھرنا، آدمی کا ہزار دینار کو خاطر میں نہ لانا (یعنی کم سمجھنا) اور روم کا غداری کرنا، وہ اسی جھنڈوں کے نیچے چلیں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار افراد ہوں گے"۔

اس روایت کو مندرجہ ذیل محدثین نے نقل کیا ہے:

- الإمام الطبرانی:

(دیکھئے: المعجم الکبیر للطبرانی : 20/ 122 رقم/244) ،امام ہیثمی اسے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "رواہ أحمد والطبرانی ,وفیہ: النہاس بن قھم وھو ضعیف "(دیکھئے: مجمع الزوائد: 7/ 623-624)۔اس روایت میں ہے "وَفِتْنَةٌ يَدْخُلُ حَرْبُهَا (مختلف مؤلفات، روایات اور نسخوں میں" حریمہا" ،"حَرُّہَا "،"حَرُبُہَا "،"حِزُبُہَا "،"حزنہا "اور "خوفہا" کے الفاظ بھی آئے ہیں، جیسے:البدایۃ والنہایۃ، معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الجامع الصغیروزیاداتہ، غایۃ المقصدفی زوائد المسند، مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند الفردوس وغیرہ۔اسی طرح طرانی کے بعض نسخوں میں ’’تَدْخِلُ حَرّهَا بَيْتَ كُلِّ مُسْلِم“ کے الفاظ ہیں۔اسی طرح عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی مذکورہ روایت میں یہ الفاظ ہیں:"وَفِتْنَةٌ تَدْخُلُ بَيْتَ كل رجل

منکم "۔"اور ایک فتنہ جو تم میں سے ہر آدمی کے گھر میں داخل ہو جائے گا"۔

(نیز دیکھئے: المعجم الکبیر للطبرانی: 20/ 173 رقم/ 368)، اس کی سند سے متعلق امام البانی لکھتے ہیں: "یہ ضعیف منقطع ہے، معاذ سے ابو عمار کا سماع ثابت نہیں ہے، لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ ان کا سماع عوف بن مالک سے نہیں ہے جن کی وفات سنہ 73ھ میں ہوئی اور معاذ تو قدیم الوفات ہیں جو سنہ 18ھ میں فوت ہوئے۔ نیز نہاس بن قہم ضعیف ہیں۔ لیکن حدیث کی شاہد عوف بن مالک کی اسی جیسی مرفوع روایت ہے، جسے امام بخاری اور ضیاء مقدسی نے عن ابی ادریس الخولانی عنہ اور حاکم (3/546) نے دوسرے طریق سے روایت کیا ہے، جس کی تخریج ربعی کی فضائل الشام (رقم/ 23) وغیرہ کے اندر کی گئی ہے، پھر میں نیاس کی حاکم (4/423-422) کے نزدیک تیسری سند بھی پائی ہے، جسے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے"۔ (دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ/ 1883)۔

اسی طرح امام طبرانی کے استاد ابو محمد ادریس بن جعفر بن یزید بن خالد بن ابان بن شیرویہ العطار البغدادی، امام دارقطنی نے انہیں متروک قرار دیا ہے۔ امام ذہبی کے بقول: امام طبرانی نے ان سے سنہ 288ھ میں سماع کیا ہے۔ (دیکھئے: دیوان الضعفاء للذھبی/ ص 24 رقم/ 291، اور کتاب إرشاد القاصي والداني إلى تراجم شيوخ الطبرانی/ ص 200 رقم/ 255)۔

اس روایت میں کثرت اموات سے متعلق الفاظ ہیں "وَمَوْتٌ يَأْخُذُ فِي النَّاسِ كَأَنَّهُ النُّقَازُ الَّذِي يَأْخُذُ فِي الشَّاءِ"۔ "اور موت جو لوگوں کو اس طرح دبوچ لیگی جیسے بکری کو (مثل طاعون) ایک بیماری دبوچتی ہے"۔ "النُّقَازُ" ایسی بیماری جو بکری میں مثل طاعون کے ہوتی ہے جس سے وہ تڑپ کر آواز نکالتے ہوئے مرجاتی ہے، ابن منظور لکھتے ہیں: "والنُّقَازُ: دَاءٌ يأْخذ الْغَنَمَ فَتَثْغُو الشَّاةُ مِنْهُ ثَغْوَةً وَاحِدَةً وتَنْزُو وتَنْقُزُ فَتَمُوتُ، مِثْلُ النُّزاء"۔ "نقاز: ایک بیماری ہے جو بکریوں کو لاحق ہوتی ہے اور وہ ایک بار ممیا کر (آواز نکال کر) اور تڑپتے ہوئے مر جاتی ہے، نزاء کی طرح۔ (نزاء بھیڑ بکریوں کی ایک بیماری ہے جس میں خون نہیں رہتا)۔ (دیکھئے: لسان العرب اور عربی کے دیگر معاجم)۔

نیز اس روایت کے اندر یہ الفاظ ہیں: "وَفِتْنَةٌ يَدْخُلُ خَوْفُهَا جَوْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ"۔ "اور ایک ایسا فتنہ جس کا ڈر ہر مسلمان کے اندر سما جائیگا"۔ اسی طرح غزوۂ روم کے بارے میں ہے: "وَأَنْ تَغْزُوَنَا الرُّومُ فَيَسِيرُوا بِثَمَانِينَ بَنْدًا"۔ "اور اہل روم ہم سے لڑیں گے جو اسی جھنڈے کے تلے ہوں گے"۔ مجمع الزوائد وغیرہ کے اندر "نبذ" کی جگہ "بند" کا لفظ ہے جس کا معنی ہے بہت بڑا جھنڈا۔ مسند کے محققین نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

- الإمام أحمد بن حنبل:

(دیکھئے: مسند احمد: 5/228)، امام ہیثمی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "رواه أحمد والطبراني، وفيه: النهاس بن قهم وهو ضعيف" (دیکھئے: مجمع الزوائد: 7/624-623)۔ اسی

طرح اس کی سند میں شداد ابو عمار کا سماع معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے، جیسا کہ امام البانی کی وضاحت میں گزرا)۔

- الإمام ابن أبی شیبۃ:

(دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: 8/ 636-635)

، امام ہیثمی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "رواہ أحمد والطبرانی، وفیہ: النہاس بن قہم وہو ضعیف "(دیکھئے: مجمع الزوائد: 7/ 624-623)۔

- الإمام الدیلمی:

(دیکھئے: الفردوس: 2/ 327 ، رقم / 3487، ط/دار الکتب العلمیہ 1406ھ) ، اس روایت کے بعض نسخوں میں "حربھا " کی جگہ "حزنھا " ہے۔ ابن ابی شیبہ اور احمد کی مذکورہ روایتوں کی طرح اس میں بھی " نبذ " کی جگہ "بند " کا لفظ ہے۔ نیز بعض نسخوں میں "موت " کی جگہ "مونت " ہے جو خطا ہے۔ دیلمی نے اس روایت میں "نبذ " کی تعریف "رایۃ "یعنی جھنڈا سے کی ہے جس کی جمع "نبوذ " آتی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

اس باب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مکمل روایت پر مجھے واقفیت نہیں ہوسکی ہے، البتہ امام حاکم نے مستدرک کے اندر اور امام ابن حجر نے فتح الباری کے اندر اسماعیلی کے حوالے سے ولید بن مسلم کی روایت نقل کی ہے: قال الولید بن مسلم، فذاکرنا ھذا الحدیث شیخا من شیوخ أھل المدینۃ قولہ: "ثم فتح بیت المقدس "فقال الشیخ: أخبرنی سعید المقبری عن أبی ھریرۃ رضی اللہ أنہ کان یحدث بھذہ الستۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ویقول: وفیہ "عمران بیت المقدس "وقال " ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ بھذہ السیاقۃ۔

ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ ہم نے مدینہ کے مشائخ میں سے ایک شیخ سے اس حدیث کا تذکرہ کیا، (خاص طور سے) بیت المقدس کی فتح کا ذکر کیا تو شیخ نے کہا: مجھے سعید مقبری نے بتایا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان چھ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے اندر "عمران بیت المقدس " کے الفاظ ہیں۔ یہ روایت شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور اس سیاق میں انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔(دیکھئے:المستدرک علی الصحیحین : 4/ 419 ۔ نیز دیکھئے: فتح الباری: 6/ 278۔)۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

- امام نعیم بن حماد نے اس باب میں حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت ذکر کی ہے جس کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

قَالَ حُذَيْفَةُ: فُتِحَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتْحٌ لَمْ يُفْتَحْ لَهُ مِثْلُهُ مُنْذُ بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى، فَقُلْتُ لَهُ: يَهْنِيكَ الْفَتْحُ يَارَسُولَ اللَّهِ،قَدْ وَضَعَتِ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا، فَقَالَ: "هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ دُونَهَا يَا حُذَيْفَةُ لَخِصَالًا سِتًّا، أَوَّلُهُنَّ مَوْتِي "قَالَ: قُلْتُ: إِنَّا لِلَّهِ،

وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، "ثُمَّ يُفْتَحُ بَيْتُ الْمَقْدِسِ، ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَ ذَلِكَ فِتْنَةٌ تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ، يَكْثُرُ فِيهِمَا الْقَتْلُ، وَيَكْثُرُ فِيهِمَا الْهَرْجُ، دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ، ثُمَّ يُسَلَّطُ عَلَيْكُمْ مَوْتٌ فَيَقْتُلُكُمْ قَعْصًا كَمَا تَمُوتُ الْغَنَمُ، ثُمَّ يَكْثُرُ الْمَالُ فَيَفِيضُ حَتَّى يُدْعَى الرَّجُلُ إِلَى مِائَةِ دِينَارٍ فَيَسْتَنْكِفَ أَنْ يَأْخُذَهَا، ثُمَّ يَنْشَأُ لِبَنِى الْأَصْفَرِ غُلَامٌ مِنْ أَوْلَادِ مُلُوكِهِمْ "، قُلْتُ: وَمَنْ بَنُو الْأَصْفَرِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "الرُّومُ، فَيَشِبُّ فِى الْيَوْمِ الْوَاحِدِ كَمَا يَشِبُّ الصَّبِيُّ فِى الشَّهْرِ، وَيَشِبُّ فِى الشَّهْرِ كَمَا يَشِبُّ الصَّبِيُّ فِى السَّنَةِ، فَإِذَا بَلَغَ أَحَبُّوهُ وَاتَّبَعُوهُ، مَا لَمْ يُحِبُّوا مَلِكًا قَبْلَهُ، ثُمَّ يَقُومُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَيَقُولُ: إِلَى مَتَى نَتْرُكُ هَذِهِ الْعِصَابَةَ مِنَ الْعَرَبِ؟ لَا يَزَالُونَ يُصِيبُونَ مِنْكُمْ طَرَفًا، وَنَحْنُ أَكْثَرُ مِنْهُمْ عَدَدًا وَعُدَّةً فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ، إِلَى مَتَى يَكُونُ هَذَا؟ فَأَشِيرُوا عَلَيَّ بِمَا تَرَوْنَ، فَيَقُومُ أَشْرَافُهُمْ فَيَخْطُبُونَ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ -وَيَقُولُونَ: نِعْمَ مَا رَأَيْتَ، وَالْأَمْرُ أَمْرُكَ، فَيَقُولُ: وَالَّذِى نُقْسِمُ بِهِ لَا نَدَعُهُمْ حَتَّى نُهْلِكَهُمْ، فَيَكْتُبُ إِلَى جَزَائِرِ الرُّومِ فَيَرْمُونَهُ بِثَمَانِينَ غَيَايَةً، تَحْتَ كُلِّ غَيَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفَ مُقَاتِلٍ، وَالْغَيَايَةُ الرَّايَةُ، فَيَجْتَمِعُونَ عِنْدَهُ سَبْعُمِائَةِ أَلْفِ وَسِتُّمِائَةِ مُقَاتِلٍ، وَيَكْتُبُ إِلَى كُلِّ جَزِيرَةٍ فَيَبْعَثُونَ بِثَلَاثِمِائَةِ سَفِينَةٍ، فَيَرْكَبُ هُوَ فِى سَفِينَةٍ مِنْهَا، وَمُقَاتِلَتُهُ بِحَدِّهِ وَحَدِيدِهِ، وَمَا كَانَ حَتَّى يَرْمِيَ بِهَا مَا بَيْنَ أَنْطَاكِيَةَ إِلَى الْعَرِيشِ، فَيَبْعَثُ الْخَلِيفَةُ يَوْمَئِذٍ الْخُيُولَ بِالْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ، وَمَا لَا يُحْصَى، فَيَقُومُ فِيهِمْ خَطِيبٌ فَيَقُولُ: كَيْفَ تَرَوْنَ؟ أَشِيرُوا عَلَيَّ بِرَأْيِكُمْ، فَإِنِّى أَرَى أَمْرًا عَظِيمًا، وَإِنِّى أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى مُنْجِزٌ وَعْدَهُ، وَمُظْهِرٌ دِينَنَا عَلَى كُلِّ دِينٍ، وَلَكِنَّ هَذَا بَلَاءٌ عَظِيمٌ، فَإِنِّى قَدْ رَأَيْتُ مِنَ الرَّأْيِ أَنْ أَخْرُجَ وَمَنْ مَعِى إِلَى مَدِينَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبْعَثَ إِلَى الْيَمَنِ وَالْعَرَبِ حَيْثُ كَانُوا، وَإِلَى الْأَعَارِيبِ، فَإِنَّ اللَّهَ نَاصِرٌ مَنْ نَصَرَهُ، وَلَا يَضُرُّنَا أَنْ نُخْلِيَ لَهُمْ هَذِهِ الْأَرْضَ حَتَّى تَرَوْا الَّذِى يَتَهَيَّأُ لَكُمْ "، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَيَخْرُجُونَ حَتَّى يَنْزِلُوا مَدِينَتِى هَذِهِ وَاسْمُهَا طَيْبَةُ، وَهِيَ مَسَاكِنُ الْمُسْلِمِينَ فَيَنْزِلُونَ، ثُمَّ يَكْتُبُونَ إِلَى مَنْ كَانَ عِنْدَهُمْ مِنَ الْعَرَبِ، حَيْثُ بَلَغَ كِتَابُهُمْ فَيُجِيبُونَهُمْ حَتَّى تَضِيقَ بِهِمُ الْمَدِينَةُ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ مُجْتَمِعِينَ مُجَرِّدِينَ، قَدْ بَايَعُوا إِمَامَهُمْ عَلَى الْمَوْتِ، فَيَفْتَحُ اللَّهُ لَهُمْ فَيَكْسِرُونَ أَغْمَادَ سُيُوفِهِمْ، ثُمَّ يَمُرُّونَ مُجَرِّدِينَ، فَيَقُولُ صَاحِبُ الرُّومِ: إِنَّ الْقَوْمَ قَدِ اسْتَمَاتُوا لِهَذِهِ الْأَرْضِ، وَقَدْ أَقْبَلُوا إِلَيْكُمْ وَهُمْ لَا يَرْجُونَ حَيَاةً، فَإِنِّى كَاتِبٌ إِلَيْهِمْ أَنْ يَبْعَثُوا إِلَيَّ بِمَنْ عِنْدَهُمْ مِنَ الْعَجَمِ، وَنُخْلِى لَهُمْ أَرْضَهُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ لَنَا عَنْهَا غِنًى، فَإِنْ فَعَلُوا فَعَلْنَا، وَإِنْ أَبَوْا قَاتَلْنَاهُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ،

فَإِذَا بَلَغَ أَمْرُهُمْ وَالِي الْمُسْلِمِينَ يَوْمَئِذٍ قَالَ: لَهُمْ: مَنْ كَانَ عِنْدَنَا مِنَ الْعَجَمِ أَرَادَ أَنْ يَسِيرَ إِلَى الرُّومِ فَلْيَفْعَلْ، فَيَقُومُ خَطِيبٌ مِنَ الْمَوَالِي فَيَقُولُ: مُعَاذَ اللَّهِ أَنْ نَبْتَغِيَ بِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبَدَلًا، فَيُبَايِعُونَ عَلَى الْمَوْتِ، كَمَا بَايَعَ مَنْ قَبْلَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ يَسِيرُونَ مُجْتَمِعِينَ، فَإِذَا رَأَوْهُمْ أَعْدَاءُ اللَّهِ طَمِعُوا وَأَحْرَدُوا وَجَهِدُوا، ثُمَّ يَسِلُّ الْمُسْلِمُونَ سُيُوفَهُمْ، وَيَكْسِرُوا أَغْمَادَهَا، وَيَغْضَبُ الْجَبَّارُ عَلَى أَعْدَائِهِ، فَيَقْتُلُ الْمُسْلِمُونَ مِنْهُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الدَّمُ ثُنَنَ الْخَيْلِ، ثُمَّ يَسِيرُ مَنْ بَقِيَ مِنْهُمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ يَوْمًا وَلَيْلَةً، حَتَّى يَظُنُّوا أَنَّهُمْ عَجَزُوا، فَيَبْعَثُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ رِيحًا عَاصِفًا، فَتَرُدُّهُمْ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي مِنْهُ خَرَجُوا، فَيَقْتُلُهُمْ بِأَيْدِي الْمُهَاجِرِينَ، فَلَا يَفْلِتُ أَحَدٌ، وَلَا مُخْبِرٌ، فَعِنْدَ ذَلِكَ يَا حُذَيْفَةُ تَضَعُ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا، فَيَعِيشُونَ فِي ذَلِكَ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ يَأْتِيهِمْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ خَبَرُ الدَّجَّالِ أَنَّهُ قَدْ خَرَجَ فِينَا".

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے اپنے رسول کوایک ایسی فتح نصیب فرمائی جیسی فتح نبوت ملنے کے بعد نہیں ملی تھی، تو میں نے آپ سے کہا: آپ کو فتح مبارک ہو، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لڑائی ختم ہوچکی ہے، تو آپ نے فرمایا:" ابھی یہ بہت دور ہے (یعنی ابھی لڑائی ختم نہیں ہوئی ہے)، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اے حذیفہ! اس سے قبل ابھی چھ چیزیں ہونی باقی ہیں، ان میں پہلی میری موت ہے، (حذیفہ) کہتے ہیں: میں نے (إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) کہا۔ "پھر بیت المقدس کی فتح پھر اس کے بعد ایک فتنہ برپا ہوگا، دو بڑے گروہ آپس میں لڑائی کریں گے، ان دونوں میں بہت زیادہ قتل وغارت گری ہوگی، ان دونوں کا دعوی ایک ہوگا، (یعنی وہ حق پر ہیں)، پھر تمہارے اوپر موت مسلط کردی جائے گی جو تمہیں جس طرح بکریاں ایک مخصوص بیماری کی وجہ سے مرتی ہیں ویسے مارڈالے گی، پھر مال کی بہت زیادہ کثرت ہوگی یہاں تک کہ کسی کو سو دینار دیاجائیگا تو وہ اسے لینے سے منع کردیگا، پھر بنو اصفر میں ان کے بادشاہوں کی اولاد میں ایک نوجوان پیدا ہوگا "میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بنواصفر کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: "رومی لوگ، وہ لڑکا ایک دن میں اتنا بڑھیگا جتنا ایک ماہ میں بچہ بڑا ہوتا ہے، اور مہینے مین اتنا بڑا ہوگا جتنا سال میں بچہ بڑا ہوتا ہے،، جب وہ بالغ ہوجائیگا تو لوگ اس سے ایسی محبت اوراس کی اتباع کریں گے جیسی محبت انہوں نے اس سے پہلے کسی بھی بادشاہ سے نہیں کی ہوگی، وہ ان کے درمیان کھڑا ہوگا اور کہے گا: کب تک ہم عربوں کی اس جماعت کو چھوڑتے رہیں گے کہ وہ تم کو پریشان کرتے رہیں؟ جب کہ ہم ان سے بحروبر میں تعداداور تیاری میں بڑھ کر ہیں، کب تک یہ چلتا رہیگا؟ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ مجھے مشورہ دو۔ پھر ان کے بڑے کھڑے ہوں گے اوراس سے مخاطب ہوں گے اور کہیں گے: آپ کی بات بڑی اچھی ہے، آپ جورائے دیں ہمیں قبول ہے۔ تو وہ کہے گا: ہم اس بات پر قسم کھارہے ہیں کہ ہم

انہیں نہیں چھوڑیں گے، یہاں تک کہ انہیں ختم کردیں۔
پھر وہ روم کے جزائر کولکھیگا تو وہ اس کی اسی جھنڈوں سے مدد کریں گے، ہر جھنڈے کے تحت بارہ ہزار لڑاکے ہوں گے "۔

(اورغیایۃ رایۃ کو کہتے ہیں) ۔اس کے پاس سات لاکھ اور چھ سوفوجی جمع ہوجائیں گے،اور وہ ہر جزیرہ کولکھیگا تو وہ اس کے پاس تین سو کشتیاں بھیجیں گے،تو وہ ان میں سے ایک کشتی میں سوار ہوجائیگا اوراس کے فوجی پورے جوش اور تیاری کے ساتھ ہوں گے، وہ اسی طرح چلتا رہیگا یہاں تک کہ انطاکیہ سے عریش کے بیچ کشتی کو اتاردیگا۔اس وقت کا خلیفہ اپنے گھڑسواروں (اپنی فوج) کو بڑی تیاری کے ساتھ بھیجے گا جو لاتعداد ہوگی۔ان میں ایک خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوگا اور کہے گا: تمہاری رائے کیا ہے؟ مجھے اپنا مشورہ دو، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا معاملہ ہے،اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالی اپنا وعدہ پورا کرے گا اور ہمارے دین کو ہر دین پر غالب کرے گا،لیکن یہ بہت بڑی آزمائش ہے، مجھے ایک رائے سمجھ میں آتی ہے کہ میں اور میرے ساتھی مدینۃ الرسول کونکلیں اوریمن اورعرب جہاں بھی ہوں ان تک پیغام بھیجوں،اور اعراب (دیہاتیوں) کو بھی بھیجوں، بے شک اللہ تعالی اس کی مدد کرتا ہے جواس کی مدد کرتا ہے، یہ ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے کہ ہم ان کے لئے یہ سرزمین چھوڑ دیں تاکہ تم اپنے لئے ان کی تیاری کو دیکھو"۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" پھر وہ لوگ نکلیں گے یہاں تک کہ میرے اس شہر میں آئیں گے اوراس کا نام طیبہ ہے،اور یہ مسلمانوں کا ٹھکانا ہے، چنانچہ وہ لوگ آئیں گے اوران کے یہاں جوعرب ہوں گے ان کو لکھیں گے، جب ان کوان کا خط ملے گا تو وہ ان کے پاس آئیں گے یہاں تک کہ ان پر مدینہ تنگ پڑجائیگا، پھر وہ لوگ اکٹھے ہتھیار بند ہوکر نکلیں گے، وہ اپنے امام سے موت پر بیعت کرچکے ہوں گے،اللہ تعالی انہیں فتح نصیب فرمائیگا، وہ اپنی تلواروں کی میانوں کوتوڑ ڈالیں گے، پھر وہ بلامیان تلوار کے ساتھ گزریں گے، تو رومی کہے گا : یہ قوم اس سرزمین کے لئے مرنے پر آمادہ ہے، وہ تمہارے پاس آئے ہیں انہیں زندگی کی چاہت نہیں ہے، میں ان کے پاس لکھتا ہوں کہ ان کے پاس جو عجمی لوگ ہیں انہیں میرے پاس بھیج دیں، اور ہم ان کی یہ زمین انہیں سونپ دیں گے، کیونکہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے، اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو ہم بھی کریں گے، اوراگر وہ انکار کرتے ہیں تو ہم ان سے لڑیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالی ہمارے اوران کے درمیان فیصلہ کردیگا، جب ان کا یہ پیغام مسلمانوں کے اس وقت کے والی کے پاس پہنچیگا تو وہ ان سے کہے گا: ہمارے ساتھ کے جوعجمی رومیوں کے پاس جانا چاہے چلا جائے ،تو موالی میں سے ایک خطیب کھڑا ہوگا اور کہے گا : اللہ کی پناہ کہ ہم اسلام کے بدلے کوئی دین اور بدل چاہیں، پھر وہ لوگ موت پر بیعت کریں گے، جیسا کہ ان سے پہلے مسلمانوں نے بیعت کی تھی، پھر وہ لوگ اکٹھے چلیں گے، جب انہیں اللہ کے دشمن دیکھیں گے تو طمع کریں گے، پیش قدمی کریں گے، خوب کوشش کریں گے، پھر مسلمان اپنے تلوار سونت لیں گے اوران کی میانیں توڑ ڈالیں گے،اور جبار (اللہ تعالی کی صفت ہے جس کا معنی زبردست، غالب

زورآور ہے۔)اپنے دشمنوں پر غضب کرے گا،تو انہیں مسلمان قتل کریں گے یہاں تک کہ خون گھوڑے کے پیٹ کے نچلے حصوں تک پہنچ جائیگا، پھر جوان میں بچ جائیں گے وہ ایک دن اور ایک رات اچھی تازی ہوامیں چلیں گے، پھر جب وہ سمجھ لیں گے کہ وہ عاجز آ چکے ہیں تو اللہ تعالی ان پر تیز وتند ہوا بھیجے گا جو انہیں اسی جگہ لیجائے گی جہاں سے وہ نکلے تھے، اور ان کو مہاجرین کے ہاتھوں قتل کرائیگا، چنانچہ ان میں کوئی نہیں بچے گا اور نہ ہی کوئی مخبر بچے گا، اے حذیفہ! تب جا کر جنگ ختم ہوگی، پھر جتنا اللہ چاہے گا وہ وقت گزاریں گے، پھر ان کے پاس مشرق سے دجال کی خبر آئیگی کہ وہ ہم میں نکل چکا ہے"۔

اس روایت کو مندرجہ ذیل محدثین نے بیان کیا ہے:

(دیکھئے: الفتن لنعیم بن حماد/ 1165)، اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے، اسحاق بن ابی فروہ متروک اور مکحول شامی کثیر الارسال ہیں، ان کا سماع حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے۔ نیز اس کی سند میں ابو محمد سوید بن عبدالعزیز بن نمیر السلمی الحمصی الواسطی الدمشقی، دمشق اور بعلبک کے قاضی رہ چکے ہیں، ضعیف الحدیث ہیں۔ سنہ 194ھ میں وفات ہوئی۔(دیکھئے: سیر أعلام النبلاء: 9/ 18، اور میزان الاعتدال: 2/ 251)۔ اور ابوسلیمان اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ المدینی آل عثمان بن عفان کے مولی تھے سخت ضعیف اور متروک ہیں۔(میزان الاعتدال: 1/ 193، کتاب الکامل فی ضعفاء الرجال: 1/ 530)۔

- نیز اسے امام ابن المنادی نے بھی روایت کیا ہے:

(دیکھئے: الملاحم لابن المنادی/ص 59)، اور اس کی سند میں ابوعبداللہ عبداللہ بن لہیعہ بن عقبہ بن فرعان بن ربیعہ بن ثوبان الاعدولی الغافقی الحضرمی المصری ہیں ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن بھی بیان کی جاتی ہے فقیہ اور قاضی مصر تھے۔ یہ مختلط، کثیر الوھم، کثیر الخطا اور ضعیف الحدیث ہیں۔ ان کی کتابیں سنہ 170ھ میں جل گئی تھیں، چنانچہ کچھ محدثین لکھتے ہیں کہ کتابوں کے جلنے سے پہلے کی ان کی روایتیں قبول کی جائیں گی۔ سنہ 97ھ میں ولادت اور سنہ 174ھ میں وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء: 8/ 11، میزان الاعتدال: 2/ 475)۔ اسی طرح ابوسلیمان اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ المدینی ہیں جو آل عثمان بن عفان کے مولی تھے سخت ضعیف اور متروک ہیں۔(میزان الاعتدال: 1/ 193، کتاب الکامل فی ضعفاء الرجال: 1/ 530)۔

(جاری)

☆☆☆

فکری آزادی اوراس کے بعض حدود وضوابط

طارق اسعد
(جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ)

اللہ رب العالمین نے انسانوں کو منجملہ جن نعمتوں سے سرفراز کیا ہے ان میں قوت فکر، عقل وخرد اور بصارت وبصیرت ایسی عظیم نعمت ہے جس کے ذریعہ انسان حق وباطل کے درمیان تفریق کرسکتا ہے، صحیح غلط کا پتہ لگا سکتا ہے، اپنے نفع ونقصان کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ یہی وہ نعمت ہے جس کی وجہ سے انسان دیگر حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِيْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلا﴾ (بنی اسرائیل:۷۰)۔

اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اوران کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

چنانچہ ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اللہ کی عطا کردہ اس عظیم نعمت کو شریعت کے بنائے ہوئے حدود میں رہ کر استعمال کرے، یقیناً اللہ نے زمین وآسمان کی وسعت میں غور کرنے کا حکم دیا ہے، پہاڑوں، جانوروں، ارض وسما کی تخلیق میں تدبر کی ہدایت دی ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِيْ الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاء فَأَحْيَا بِهِ الأرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيْفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخِّرِ بَيْنَ السَّمَاء وَالأَرْضِ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُون﴾ (البقرۃ:۱۶۴)

ترجمہ: آسمان اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لیے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کردینا، اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقلمندوں کے لیے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔

مگر بایں ہمہ حضرت انسان کو اس میدان فکر وتعقل میں بے لگام نہیں چھوڑا کہ وہ اپنے اشہب عقل کو سرپٹ دوڑائے اور ہر مجال ومیدان میں اسے سیر کرائے، اپنے من مانے نتائج اخذ کرے، بلکہ شریعت مطہرہ نے غور وفکر کے حدود متعین کیے ہیں، اور ایک دائرہ کھینچ کر مسلمانوں کو خبردار کردیا کہ اس دائرے سے باہر قدم نہیں نکالنا ہے: ’’**ألا وان لكل ملك حمى ألا إن حمى الله في أرضه**

محارمه۔'' (بخاری:۵۲)۔

کتاب وسنت میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے عقل کو نقل پر مقدم کرنے سے منع کیا ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ شرعی احکام کورد وقبول کرنے میں عقل کو معیار نہیں بنایا جائے گا، کوئی شرعی حکم اگر انسان کی عقل میں نہیں سمارہا ہے، اس کی حکمتوں اور علتوں کے نہاں خانے تک نہیں پہنچ رہا ہے، شرعی مصلحتوں اور تقاضوں تک رسائی نہیں پارہا ہے تو بایں وجوہات وہ شرعی احکام کا انکار نہیں کر سکتا، ان کی مشروعیت کا منکر نہیں ہوسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی عقل خواہ جس قدر بھی پختہ ہوجائے، اور انسان شعور وکمال کے اعلی مرتبے تک پہنچ جائے مگر اس کے لیے شریعت کے تمام احکامات کی حکمتوں کا ادراک ممکن نہیں ہے، نہ اس کے بس کی بات ہے کہ وہ اللہ کے تمام فرامین کی باریکیوں، علتوں اور رموز سے واقفیت حاصل کر سکے، درحقیقت یہ اللہ رب العزت ہی کی ذات ہے جو ان پوشیدہ علتوں اور مصلحتوں سے خوب خوب واقف ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

''اگر دین محض عقل ورائے پر مبنی ہوتا تو موزے کے اوپری حصے پر مسح کرنے کے بجائے نچلے حصے پر مسح کرنا زیادہ بہتر ہوتا'' (ابوداود:۱۶۲، صححہ الالبانی)۔

علمائے امت نے اس بات کی صراحت کی ہے ''کہ عقل صریح کبھی بھی نقل صحیح سے متعارض نہیں ہوسکتی''، بلکہ عقل تو نقل (شریعت) کی تائید کرے گی اور اس کی موافقت کرے گی کیوں کہ جس ذات نے عقل کو پیدا کیا اسی ذات نے اسے نقل (شریعت) سے بھی سرفراز کیا، بایں ہمہ یہ ناممکن ہے کہ عقل ونقل میں تضاد ہو، اسی لیے ارباب دانش وبینش اپنی قوت بصیرت کو بے لگام نہیں چھوڑتے ہیں، اللہ کے حدود کو نہیں پھلانگتے ہیں، بلکہ وہ کتاب وسنت کو اولین منبع مانتے ہوئے اسے اپنی عقل پر مقدم کرتے ہیں اور نص صریح ہی کو ہر جگہ معیار و پیمانہ بناتے ہیں، اللہ پاک فرماتا ہے:

﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء:۵۹)

اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کتاب وسنت کی دلالت عقل صریح کے موافق ہوتی ہے، اور عقل صریح کبھی بھی نقل صحیح (کتاب وسنت) کے مخالف نہیں ہوسکتی، مگر بہت سارے لوگ اس بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں، جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ کے قول اور اس کی مراد کو جانتا ہے وہ دلائل شرعیہ کا واقف کار ہوتا ہے، حقیقت میں انسانی عقل میں ایسی کوئی چیز نہیں جو کتاب وسنت کے مخالف ہو۔'' (مجموع الفتاوی: ج:۱۲، ص:۸۱)۔

نیز فرماتے ہیں:

''اگر شرع وعقل میں کہیں تضاد نظر آئے تو شریعت کو مقدم کرنا واجب ہے کیوں کہ شریعت نے جن چیزوں کی خبر دی ہے عقل ان کی تصدیق کرنے والی ہے، جب کہ اس

کے برعکس عقل جو بھی بتاتی ہے شریعت ان تمام امور کی تصدیق نہیں کرنے والی ہے۔‘‘

(درءتعارض العقل والنقل از ابن تیمیہ: ج:۱،ص:۱۳۸)۔

قرآن وسنت کی روشنی میں یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان کو اللہ رب العزت کی ذات وصفات میں غور وخوض کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ ایسے امور ہیں جن سے انسانوں کا لینا دینا نہیں ہے، علماء نے ذکر کیا ہے کہ اللہ کی ذات میں تفکر کرنا کفر ہے جب کہ اس کی نشانیوں میں غور وفکر کرنا عین ایمان ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’**تفكروا في خلق الله ولا تفكروا في الله**‘‘(الصحیحہ:۱۷۸۸)۔

اللہ رب العزت کی مخلوقات میں غور وفکر کرو اور اللہ کی ذات میں فکر وتحقیق نہ کرو۔

اس ممانعت کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جب انسان ذات باری تعالیٰ میں تدبر وتفکر شروع کرتا ہے اور صفات الٰہیہ میں غور وخوض کرنے لگتا ہے تو اکثر وبیشتر وہ راہ حق سے بھٹک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کو نازیبا صفات سے متصف کرتا ہے، یا پھر اللہ پاک کی صفات حسنیٰ کا انکار کردیتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بھی باندھنے سے گریز نہیں کرتا، اس کی وجہ یہ ہے جیسا کہ پیچھے بھی ذکر کیا گیا کہ انسانی عقل وخرد جس قدر بھی پختگی کو پہنچ جائے اور اس کی قوت تفکیر جس قدر بھی کمال کو پہنچ جائے مگر وہ اللہ کی ذات کی حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتا، اللہ کی ذات انسانی عقل سے ماورا ہے، امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ تدبر وتفکر انہیں چیزوں میں ہوتا ہے جنہیں انسان جانتا ہے اور جن امور کا اس کے پاس علم ہوتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات انسانی احاطہ علم میں کبھی نہیں آسکتی۔‘‘

(التنویر فی شرح الجامع الصغیر، ج:۵،ص:۸۱)۔

ایک اور اہم مسئلہ جس میں شریعت نے مسلمانوں کو غور وخوض کرنے سے منع کیا ہے وہ قضا وقدر کا معاملہ ہے، چنانچہ اسلام کا یہ مطالبہ ہے کہ انسان اس اہم مسئلے کو اپنے غور وخوض کا محور نہ بنائے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

’’ایک دن نبی کریم ﷺ ہمارے پاس آئے اور دیکھا کہ ہم لوگ قضاء وقدر کے متعلق گفتگو کررہے تھے، آپ اس قدر غصہ ہوئے کہ آپ کا روئے مبارک سرخ ہوگیا، ایسا لگ رہا تھا کہ آپ کی پیشانی پر انار نچوڑ دیا گیا ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ’’کیا تمہیں اسی چیز کا مکلّف کیا گیا ہے؟ کیا اسی کام کے لیے میں تمہارے درمیان بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک وبرباد ہوئے ان کا یہی جرم تھا کہ وہ اس معاملے میں بحث ومباحثہ کرتے تھے، میں تاکیدا کہتا ہوں کہ خبردار تم لوگ قدر کے متعلق بحث مت کرو۔‘‘

(ترمذی:۲۱۳۳،صححہ الالبانی)۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

’’اس امت کا معاملہ ٹھیک ٹھاک رہے گا جب تک کہ یہ لوگ (مشرکین کی اولاد) اور قضا وقدر کے متعلق گفتگو نہ کرنے لگیں۔‘‘(صحیح الجامع:۲۰۰۳)۔

واضح رہے کہ ایک شخص جب مسئلہ تقدیر میں غور وخوض کرتا ہے اور اس کی حقیقت جاننا چاہتا ہے تو آپ صاف طور پر دیکھیں گے کہ وہ ورطہ حیرت میں غلطاں رہے گا، تقدیر کے اسرار سے جب وہ پردہ نہیں اٹھا پاتا تو شیطان اسے تقدیر کے انکار پر آمادہ کردیتا ہے، وہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ تقدیر پر ایمان تو انسان کو مجبور محض بنادیتا ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تقدیر پر ایمان اللہ رب العالمین کا راز ہے جسے نہ کوئی قریبی فرشتہ جان سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی ورسول اس کا ادراک کرسکتا ہے، اس مسئلے میں غور وخوض کرنا رسوائی کا سبب ہے، اس سے محرومی ہاتھ آتی ہے اور سرکشی کی راہ کھلتی ہے، پس اے مسلمان! اس اہم معاملے میں غور وخوض کرنے اور کسی بھی قسم کے وسوسے میں گرفتار ہونے سے بچو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر کے علم سے اپنی مخلوق کو بہرہ ور نہیں کیا اور اس کی چھان بین کرنے سے منع کیا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿لا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ پس جس نے بھی یہ پوچھا کہ اللہ نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس نے قرآن کے حکم کو نہیں مانا اور جس نے قرآن کے حکم کو نہیں مانا تو وہ کافر ہے۔''

(شرح عقیدہ طحاویہ از ابن ابی العز حنفی: ۲۴۹)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جس نے بھی تقدیر کے باب میں غلو کیا وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔'' (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ :۶۹۹ از لالکائی)۔

حقیقت تو یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے قضا وقدر میں غور وخوض سے منع اس لیے کیا ہے تاکہ ایک مسلمان کا عقیدہ محفوظ رہے، وہ باطل افکار کا نشانہ نہ بنے، نیز یہ کہ اس باب میں عقلی گھوڑے دوڑانے سے اسے کچھ بھی ہاتھ نہیں آنے والا اور اس کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہونے والا، یہ ممانعت اپنے اندر بہت ساری حکمتوں اور مصلحتوں کو سموئے ہوئے ہے جسے اہل عقل دانش وبینش بخوبی سمجھتے ہیں۔

تدبر وتفکر کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کی قوت غور وفکر شہوات اور اس کے ذاتی میلان کے تابع نہ ہو، حق کی معرفت اور اس تک پہنچنے کے لیے اپنی بصارت وبصیرت کو شخصی رجحان اور خواہشات نفسانی کا اسیر نہ بنائے ،اگر وہ ایسا کرتا ہے تو پھر انحراف کی راہ پر چل پڑتا ہے جس کے سبب وہ نصوص کی تاویل یا بسا اوقات تحریف کا ارتکاب کرتا ہے، ظاہر ہے کہ شریعت کی جو باتیں اس کی نظر اور نظریے سے متصادم ہوں گی وہ انہیں تاویل کے پردے میں رد کرنے سے نہیں چوکے گا، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جا بجا اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والوں کی مذمت کی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا﴾ (الفرقان: ۴۳)۔

کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟۔

﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (ص: ۲۶)۔

اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے

سے بھٹکا دے گی۔

سلیمان درانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میرے دل میں بہت سارے خیالات آتے ہیں اور بہت سارے تعجب خیز امور اپنی طرف کھینچتے ہیں، لیکن میں ان میں سے کسی چیز کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتا ہوں، البتہ انہیں امور کی طرف توجہ صرف کرتا ہوں جن پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل قائم ہو۔

یہی وہ بعض اہم اسباب تھے جن کا سطور بالا میں ذکر ہوا جن کی بنا پر بہت سارے فرقے اور جماعتیں راہ حق سے بھٹک گئیں اور ضلالت وگمراہی کے عمیق گڈھوں میں جا گریں، جن لوگوں یا جماعتوں نے بھی اپنی عقلوں کو بے لگام چھوڑ دیا اور شتر بے مہار کی طرح ہر میدان میں گھمایا، یا پھر اپنی عقل کو نقل پر مقدم کیا، یا صفات باری تعالیٰ میں غور وخوض کیا اور اس کی حقیقت کا ادراک کرنے کا عزم کیا، یا پھر قضا وقدر کے راز ہائے سربستہ سے پردہ اٹھانا چاہا اور اپنے ذاتی رجحان اور ہوائے نفس کے مطابق عقل کا استعمال کیا تو وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے پیچھے گمراہوں کا ایسا گروہ چھوڑا جس کے اثرات آج تک امت مسلمہ پر مسلط ہیں، اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، مرجیہ، جبریہ، کلابیہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، بہائیہ وغیر وغیرہ ایسے فرقے تھے جنہوں نے عقل وشعور کو اس کے حدود میں رہ کر استعمال نہیں کیا، اس باب میں قرآنی تعلیمات وہدایات کو فراموش کر دیا اور اپنی عقول کو شرعی احکام کے ردوقبول کے لیے معیار بنایا۔ خود برصغیر کی تاریخ میں ایسے بہت سارے عقلانی مکاتب فکر وجود میں آئے جو اس راہ پر چلے اور نتیجہ میں خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے پیچھے آزاد فکر بلکہ آوارہ فکر کے حاملین کی ایسی کھیپ چھوڑی جس نے مسلمانوں کو فکری اعتبار سے بہت نقصان پہنچایا۔ اسی فکری بے راہ روی کا نتیجہ تھا کہ برصغیر میں انکار حدیث، استخفاف حدیث اور تاویلات نصوص وغیرہ کی خوب خوب ترویج ہوئی اور لٹریچر کے نام پر غیر اسلامی افکار کی ترویج اور نشو ونما ہوئی۔ اس گفتگو کو ہم امام اوزاعی رحمہ اللہ کے درج ذیل قول پر ختم کرتے ہیں:

''سلف کے آثار کو لازم پکڑو اگر چہ لوگ تمہیں دھتکار دیں، عوام الناس کی آراء سے بچو خواہ وہ کتنی بھی ملمع سازی کے ساتھ اپنی آراء پیش کریں، اگر تم صراط مستقیم پر رہو گے تو حقیقت از خود آشکارہ ہو جائے گی۔''

(شرف اصحاب الحدیث از خطیب بغدادی: ۷)۔

☆☆☆

فتنہ وفساد کے خاتمہ میں اسلام کا کردار

محمد ہاشم بشیر احمد تیمی مدنی
(استاذ جامعہ امام ابن تیمیہ)

اسلام ایک روشن فکر اور فطری دین ہے، وہ علوم وفنون اور معاشرت ومعیشت میں ترقی چاہتا ہے، اسلام یہ بات گوارانہیں کرتا کہ انسانی زندگی اور اعلیٰ اقدار کے فروغ میں کسی بھی طرح جمود اور تعطل پیدا ہو، اس لیے اس نے فتنے فساد کے استیصال اور خاتمے کے لیے مؤثر اور مثبت لائحہ عمل دیا ہے، قرآن مجید فتنے فساد کی مذمت بھی کرتا ہے اور اس کے انسداد کے لیے لوگوں کی ذہنی تربیت بھی کرتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ عبرت کے لیے حدود وتعزیرات کی صورت میں سزائیں بھی نافذ کرتا ہے، تاکہ جن پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے، انہیں قانون کے شکنجے میں جکڑ کر لاقانونیت سے روکا جاسکے۔

چونکہ فتنے وفساد خاندانوں، معاشروں اور ممالک کو تباہی وبربادی کی طرف دھکیل دیتے ہیں، فساد کی صورت میں معاشرتی، معاشی اور سیاسی امن درہم برہم ہوجاتا ہے، بدامنی کی فضا میں علوم وفنون کی ترقی رک جاتی ہے اور صنعتی ترقی کے لیے فضا سازگار نہیں رہتی، بلند تر اقدار پنپ نہیں سکتیں اور معاشرے کا ہر فرد مستقل طور پر خوف وہراس کا شکار ہوجاتا ہے، اگر افراد زیادہ دیر تک خوف وہراس کی کیفیت میں مبتلا رہیں تو ان کی صلاحیتیں تباہ ہوجاتی ہیں، افراد نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں، علوم وفنون کی ترقی مطلوب ہو یا صنعتی ترقی کا پروگرام ہو، صرف پُرامن فضا میں ہی ممکن ہوسکتا ہے، فساد اور بدامنی کی فضا میں تو کوئی شخص رہنا بھی گوارانہیں کرتا حتیٰ کہ لوگ فساد زدہ علاقوں سے نقل مکانی کرجاتے ہیں۔

قبل اس کے اصل موضوع فتنہ وفساد کے خاتمہ میں اسلام کا کردار پر بحسن وخوبی روشنی ڈالیں، فتنہ وفساد کی وضاحت کردینا مناسب سمجھتے ہیں، تاکہ موضوع کے افہام وتفہیم میں کوئی تشنگی باقی نہیں رہے:

فتنہ کا مفہوم:

''فتنہ'' کہنے کو تو ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر اپنے اثرات اور مفہوم کے اعتبار سے بہت گہرا ہے، فتنہ گھر بار اور اہل وعیال میں بھی ہوسکتا ہے، ملک اور روئے زمین پر بھی، اس لیے اس کے مفہوم کو جاننا، اس کی وسعت کو سمجھنا اور اس سے بچنے کی تدابیر کرنا اور فتنہ آجانے کی صورت میں محتاط طرزِعمل اپنانا انتہائی ضروری ہے۔

فتنہ لغت کے آئینے میں:

لغوی طور پر فتنہ کے معنی ہیں: امتحان اور آزمائش، اس بھٹی کو بھی فتنہ کہتے ہیں جس میں سونے چاندی کے میل کچیل کو علیحدہ کیا جاتا ہے، گویا کہ آزمائش کے لمحات سے گزر کر ایک مسلمان کندن بن جاتا اور دوسرا شخص میل کچیل

کی طرح علیحدہ ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں مصیبت، مشکل، سزا، سختی، گناہ، فسق وفجور اور کفر بھی فتنے کے مفہوم میں داخل ہیں۔

فتنے کا مفہوم قرآن وسنت میں:

قرآن مجید میں فتنے کا مفہوم کئی معانی میں استعمال ہوا ہے، کہیں آزمائش، کہیں سزا کے معنی میں، اور کہیں کفر، کہیں فساد کے معنی میں، گویا کہ لفظ فتنہ کا استعمال اور اس کے معانی کو پہچاننا بھی بہت بڑا امتحان ہے۔

حدیث میں بیان کردہ فتنے کا مفہوم زیادہ تر باہمی فساد، خانہ جنگی اور باہمی کشمکش کی ایسی صورتِ حال پر بولا گیا ہے جب کچھ واضح نہ ہو پائے اور اخلاقیات کی سطح اس قدر گر جائے کہ معاملات سدھرنے کی بجائے اُلجھتے چلے جائیں، اردوداں طبقے کے ہاں فتنے کا بھی تقریباً یہی مفہوم ہے اور زیرِ نظر تحریر میں اسی کے متعلق بات کی جائے گی۔

فتنے کے متعلق چند قابل غور پہلو ... مذکورہ تعریف کی روشنی میں:

(۱) فتنہ، مسلمانوں کے باہمی خلفشار کا مفہوم دیتا ہے، غیر مسلموں کے ساتھ محاذ آرائی فتنے کے مفہوم میں داخل نہیں، اسی لیے بعض احادیث میں تو واضح الفاظ ہیں: ''إِذَا كَانَتِ الْفِتْنَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ....'' جب فتنہ مسلمانوں کے درمیان ہو...''۔

(۲) فتنہ، ذاتی یا نجی صورتِ حال میں بھی پیش آسکتا ہے، لیکن وہ محض لفظی استعمال کی سطح تک ہے مگر جسے فتنہ کہہ سکتے ہیں جس کے متعلق بہت سے احکام بیان ہوئے ہیں، وہ ایسا فتنہ ہے جو بہت سے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، اسے آپ حذیفہ بن یمانؓ کی بیان کردہ حدیثِ صحیحین سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر نے کہا: فتنے کی بابت تم میں سے حدیثِ نبوی کسی کو یاد ہے؟ میں نے کہا: مجھے یاد ہے، سیدنا عمر نے پوچھا: کیسے؟ حذیفہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: آدمی کو پیش آنے والا فتنہ اس کے گھر میں بھی ہوسکتا ہے، اس کی اولاد میں بھی اور اس کے ہمسائے کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے اور نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نھی عن المنکر اور ایسے کام فتنے کی اس شکل کا کفارہ بن جاتے ہیں، سیدنا عمر فرمانے لگے: میری مراد یہ نہیں، میں تو اس فتنے کی بات کررہا ہوں جو سمندر کی موجوں کی طرح اُٹھے گا، سیدنا حذیفہ کہنے لگے: امیر المومنین! آپ کو اس کی فکر کی ضرورت نہیں۔ آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ ہے، سیدنا عمر پوچھنے لگے: وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ میں نے کہا: نہیں بلکہ توڑا جائے گا۔ سیدنا عمر نے کہا: جب اسے توڑ دیا گیا تو وہ تو پھر بند نہیں ہوگا''۔

(۳) فتنہ، کینسر کی طرح آہستہ آہستہ اُمّتِ مسلمہ کے جسد میں سرایت کرتا ہے، یہ ایک دم سے نہیں اٹھ جاتا، دورِ حاضر میں رونما ہونے والے فتنوں کو دیکھ لیں یا قدیم دور میں کھڑے کیے گئے فتنوں کا جائزہ لے لیں، وہ تدریجاً تباہی کی طرف بڑھتے رہے اور انجام کار بہت سے لوگوں کو لپیٹ میں لے آئے، سیدنا عمر کے بعد اُٹھنے والا فتنہ بھی تدریجاً بڑھا اور پھیلتا چلا گیا، اسے پھیلنے میں تقریباً دس سال کا عرصہ لگا۔ کیونکہ اس دور میں میڈیا اتنا تیز نہیں تھا۔ مگر آج فتنے کی آگ میڈیا کے دوش پر جلد پھیل جاتی ہے۔

(۴) فتنہ، کسی نہ کسی موقف، نظریے یا نقطۂ نظر ہی سے اُٹھتا ہے، مثلاً فلاں فلاں کافر ہے، فلاں فلاں واجب القتل ہے، فلاں زیادہ حق دار یا فلاں غاصب تھا، فرمانِ باری ہے: ''فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ.... ''(سورۃ آل عمران: 7)۔ ''تو رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے، وہ فتنہ پردازی کے لیے ان (آیات) کے پیچھے لگتے ہیں جو متشابہ ہیں''۔

(۵) فتنہ، زیادہ تر اغیار کی طرف سے بھڑکایا جاتا ہے، اسلام دشمن اور دین دشمن طاقتیں ہی اس کی پشت پناہی کرتی ہیں، جیسا کہ عہد صحابہ میں اُٹھنے والے فتنے کی پشت پناہی ابن سبا نے کی، قرآنِ مجید میں منافقین کی ریشہ دوانیوں میں اس بات کا ذکر بھی کیا گیا ہے: '' وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ..''(سورۃ التوبۃ: 47)۔

یہ بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فتنے کی آگ اغیار کی طرف سے بھڑکائی جاتی ہے، منافق بھی دراصل مسلم معاشرے میں کفار کے ایجنٹ ہوتے ہیں۔

(٦) فتنہ جب اُٹھ رہا ہوتا ہے تو کم علم، ناسمجھ، عاقبت نااندیش اور نام کے مسلمان اس کا حصہ بن جاتے ہیں۔ عموماً جذباتی لوگ ہی اس کی بھینٹ چڑھتے ہیں، اغیار ایسے ہی لوگوں کو استعمال کرتے ہیں اور کبھی مسلمان خود بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں، جیسا کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کا مسئلہ ہے جسے مسئلہ تکفیر کہتے ہیں، کتنے ہی مسلمان تکفیری بن چکے ہیں اور وہ مسلمانوں کے خون کو حلال سمجھنے لگے ہیں۔

(۷) فتنے کی صورت میں جنگ ہونا ضروری نہیں، یہ ایک اعصابی نوعیت کی کشمکش بھی ہوسکتی ہے، جس میں بہت محتاط چلنا پڑتا ہے اور آل کار بننے سے مکمل اجتناب کرنا ہوتا ہے۔

(۸) فتنہ، اخلاقیات سے متعلق بھی ہوسکتا ہے، سیدنا عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے، لوگ 'فتنے' کے متعلق بات کر رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''إِذَا رَأَيْتَ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ وَ خَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ وَاخْتَلَفُوا وَ كَانُوا هٰكَذَا ...وَ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ... ''(ابوداود: ۴۳۴۳، وصححہ الالبانی)۔ ''جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کے ہاں عہد کی پاس داری نہیں رہی اور امانت کی اہمیت ان کے ہاں نہیں ہے اور وہ ایک دوسرے سے اختلاف کا شکار ہو گئے ہیں اور وہ اس طرح ہو چکے ہیں، اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا، (یعنی الجھی ہوئی صورتِ حال کی طرف اشارہ کیا تو یہ بھی فتنے ہی کی صورت ہے)''۔

آپ ﷺ نے فتنوں کے تذکرے کے دوران اخلاقیات کے عمومی بگاڑ کا ذکر فرما کر واضح کر دیا کہ یہ بھی فتنے ہی کی ایک صورت ہے، جیسے بے حیائی کا عام ہو جانا، دھوکا دہی اور فراڈ کا عام ہو جانا، یہ بھی فتنے ہی کی صورتیں ہیں اور مسلمانوں میں اخلاقی گراوٹ اور اس کے اثرات کیا کسی فتنے سے کم ہیں؟

فتنہ وفساد کے اسباب:

پہلے آگ لگا کر پھر اسے بجھانے میں مصروف ہو جانا

یہ کسی عقل مند انسان کا طریقہ نہیں، عقل مند انسان ایسے اسباب کو ہی جڑ سے ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے معاشرے میں فتنہ فساد پیدا ہو، نبی کریم ﷺ نے ان اسباب کو ہی ختم کرنے کی تلقین فرمائی جو نفرتیں پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

بعض اوقات کسی انسان کی توہین فتنہ فساد کا سبب بن جاتی ہے، کوئی بھی انسان اس وقت تک کسی انسان کی توہین نہیں کرتا جب تک وہ اسے اپنے سے کم تر نہ سمجھے، جب کوئی انسان کسی انسان کو حقیر نہیں سمجھے گا تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اس پر حملہ آور ہو، نبی کریم ﷺ نے کسی بھی انسان کو خود سے کم تر سمجھنے کی بڑی سختی سے مذمت فرمائی، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کہ کسی انسان کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے'' (ترمذی)۔

کبھی مال وزر کی ہوس انسان کو قتل وغارت تک لے جاتی ہے، یہ برائی انفرادی سطح سے لے کر قومی سطح تک فتنہ و فساد کا سبب بنتی ہے، یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جس کا تعلق صرف دنیا کی ہار جیت تک ہے بلکہ جس نے کسی کے مال پر ناجائز قبضہ کیا اس نے مال نہیں بلکہ دوزخ کے انگارے اکٹھے کیے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ اس وقت تک اللہ تعالی کے حضور کھڑا رہے گا جب تک وہ یہ نہیں بتادیتا کہ اس نے مال کہاں سے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا۔ (ترمذی)

انسان کی جنسی خواہشات بھی فتنہ فساد کا سبب بنتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے اس برائی کو مکمل طور پر ختم کرنے کا اہتمام فرمایا اور اس برائی کو جڑ سے ختم کرنے کی تلقین فرمائی، خواتین کو پردہ کرنے کا حکم دیا، بلاضرورت کسی سے بات چیت کرنے سے منع فرمایا تاکہ اس برائی کی ابتدا ہی نہ ہوسکے، اس طرح کے جرم پر عبرت ناک سزائیں مقرر فرمائیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی بستی میں زنا اور سود رواج پا جائے تو وہ لوگ اپنے آپ کو عذاب الہی کا مستحق ثابت کردیتے ہیں۔ (کنز العمال)

معاشرے میں فتنہ وفساد کی ایک بڑی وجہ غیبت کرنا اور چغلی کرنا ہے، نبی کریم ﷺ نے غیبت اور چغلی کی بڑی سختی سے مذمت فرمائی، ایک مرتبہ ایک شخص نے غیبت کی تو نبی کریم ﷺ نے اس کو بلایا، ایک مردہ گدھا پڑا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اس میں سے کھاؤ اس نے کہا یہ تو مردہ ہے میں کیسے کھاؤں، آپ ﷺ نے غیبت کرنے والوں سے فرمایا: ''اور تم جو اپنے بھائی کی عزت پر حملہ کرتے ہو وہ مردار کھانے سے بھی زیادہ سخت ہے''۔ (الجامع لأحکام القرآن، ابوداود: ۴۴۲۸)۔

فتنہ وفساد کا تدارک:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت فتنہ فساد، اور جنگ وجدال کا بازار گرم تھا، لیکن آپ ﷺ نے تئیس سال کے قلیل عرصہ میں ایک ایسا پر امن معاشرہ قائم کیا کہ جس کے ثمرات سے چار دانگ عالم فیض یاب ہوا، اس جہان میں ہر طرح کی عصبیت کا خاتمہ ہوا، برتری کے سابقہ معیارات بدل گئے، تزکیہ نفس وتطہیر باطنی کے ذریعے لوگوں کو اصلاح اخلاق کی تعلیم دی، ایذاء رسانیوں اور پرتشدد کاروائیوں کے جواب میں پر امن طریقہ اختیار کیا، جہاں خون ریزی کا بدلہ لیا بھی جاسکتا تھا

وہاں بھی عفوو درگزر کا معاملہ کیا، حکمت وبصیرت اور مواعظ حسنہ اور جدال احسن کا مثبت انداز اختیار کیا۔

غرض یہ کہ آپ ﷺ کی حکمت بالغہ ہی تھی کہ جس کے نتیجے میں سرزمین عرب کہ جہاں حرمت والے مہینوں کے علاوہ اکثر کشت وخون کا بازار گرم رہتا تھا اسے بلد امین بنا دیا، جس میں ہر طرح کی نسل وقوم کے لوگ آباد تھے انہیں ایسے رشتہ اخوت میں منسلک کر دیا کہ خونی رشتے داری بھی پیچھے رہ گئی، آج پوری دنیا کو بالعموم اور امت مسلمہ کو بالخصوص یہ چیلنج درپیش ہے کہ ہم بہت سی لسانی، قومی، وطنی، جغرافیائی عصبیتوں کا شکار ہو چکے ہیں، جبکہ یہود ونصاریٰ اور ہنود اہل اسلام کے خلاف اپنے مکمل اتحاد اور منظم منصوبہ بندی کے ساتھ اہداف ومقاصد حاصل کرتے جا رہے ہیں، ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ فتنہ وفساد کے خاتمے کے لئے نبی کریم ﷺ کے منہج کو اپنائیں اس اسوہ حسنہ سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی راہ نجات ہو نہیں سکتی اور امت مسلمہ کی زخم خوردہ حالت کا تریاق اسی کیمیا میں ہے، عصر حاضر کے فتنہ وفساد کے انسداد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع معاشرہ کو نہ صرف امن وآشتی کا مظہر بنا دے گی بلکہ معاشرتی استحکام اور ترقی کا ذریعہ بھی بن جائے گا۔

قارئین کرام!

فساد دو طرح کا ہوتا ہے، ایک داخلی اور دوسرا خارجی۔

داخلی فساد میں فرقہ واریت اور عصبیت، حدود اللہ سے انحراف، عائلی فساد، خارجی نظریات کا فساد وانتشار اور اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کا فساد وانتشار ہے۔

فرقہ واریت کے فساد کے اسباب مذہبی، لونی، نسلی، وطنی، قومی تعصب کی نوعیت کے ہیں جبکہ ان کا علاج قرآن وسنت کے تمسک اور اتحادِ امت میں ہے۔

حدود اللہ سے انحراف کے فساد وانتشار کا تدارک نفاذ حدود میں غیر جانبداری اختیار کرنے، نفاذ حدود میں رحم نہ کرنے، نفاذ حد حاکم وقت کے ذمہ ہونے، نفاذ حد مجمع عام میں کرنے سے ممکن ہے۔

عائلی فساد وانتشار کا حل مضبوط خاندانی نظام، والدین کے احترام، اولاد کے حقوق کی ادائیگی، قتل وغارت گری کا خاتمہ، قوامیت کے غلط تصور کے خاتمہ اور اسلامی نظامِ قصاص کے نفاذ میں ہے۔

خارجی نظریات کے فساد وانتشار کا تدارک خارجیوں کی نشاندہی، ان سے قتال، مسلم افرادی قوت کو صحت مند سرگرمیوں میں مشغول رکھنے میں ہے۔

اسلامی حکومت کے خلاف فساد وانتشار کا تدارک کتاب وسنت سے تمسک، وہن سے اجتناب، فحاشی وعریانی سے اجتناب، جہاد فی سبیل اللہ میں ہے۔

عالمگیریت کا فساد وانتشار کا تدارک عالمگیر امن پالیسی، بین الاقوامی اقتصادی پالیسی، بین الاقوامی تجارتی پالیسی، بین الاقوامی خبر رساں پالیسی، بین الاقوامی تبلیغی وفود، بین الاقوامی تعلقات پالیسی، دشمن کی عہد شکنی کی صورت میں دوٹوک انداز اختیار کرنے میں ہے۔

مستشرقین کے پھیلائے فتنہ وفساد کا تدارک تقابلِ ادیان کا مطالعہ، بین الاقوامی علوم کی تحصیل، اسلامی تحقیقاتی اداروں کے قیام، بین الاقوامی سفیروں کے تقرر، مستشرقین

کے اعتراضات کے مدلل جواب دینے، توہین رسالت اور تمسخر اسلام پر دوٹوک کاروائی کرنے میں ہے۔

الغرض مندرجہ بالاتحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں پیدا ہونے والے فتنہ وفساد کے تدراک کے لیے قرآن اور سنت وسیرت طیبہ ﷺ ہی سے کامل راہنمائی ورہبری حاصل ہوتی ہے، فساد وانتشار کے خاتمے اور انسانیت کی فلاح کے لیے ترتیب یا تجویز کیا جانے والا ہر ایسا منشور، ضابطہ، دستور جسے قرآن وسنت کی روح سے نہ سینچا گیا ہو وہ تیری تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرنے کے مترادف ہے، اس لیے نام نہاد ترقی کے اس جدید دور میں تمام دنیا اور خصوصا دنیائے اسلام کے تمام مسائل کا واحد اور ناگزیر حل کامل اتباع قرآن وسنت اور سیرت طیبہ ﷺ میں پنہاں ہے، اللہ تعالی ہم سب کو عمل و دعوت کی توفیق عطا فرمائے، اور تمام طرح کے فتنہ وفساد سے محفوظ رکھے، آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

مفلس کون

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس (نقد) درہم ہوں اور نہ سامان۔ آپ نے فرمایا: (نہیں بلکہ) میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت والے دن نماز، روزے اور زکوۃ کے ساتھ آئے گا (لیکن اس کے ساتھ ساتھ) وہ اس حال میں آئے گا، کسی کو اس نے گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان تراشی کی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ پس ان (تمام مظلومین) کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی (تاکہ اس پر کیئے گئے ظلم کی تلافی ہو جائے) پس اس اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں قبل اس کے کہ اس کے ذمے دوسروں کے حقوق باقی ہوں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا (کیونکہ نیکیوں سے اس کا دامن بالکل خالی ہو جائے گا)۔

(صحیح مسلم)

میزبان رسول سیدہ ام ایوب انصاریہ رضی اللہ عنہا

ظل الرحمٰن فائق بندوی
(سینٹرل لائبریری جامعہ سلفیہ بنارس)

نام ونسب:

ام ایوب بنت قیس بن عمرو بن امرء القیس الخزرجیہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا۔ (الطبقات: ۳۶۲/۸)

بنت قیس اپنی کنیت ام ایوب سے اس قدر مشہور ومعروف ہوئیں کہ اصل نام تاریخ نے محفوظ نہیں رکھا۔ کتب سیر و تاریخ میں حضرت ام ایوب بنت قیس الخزرجیہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا کا شمار ان عالمہ وفاضلہ خواتین میں کیا گیا ہے جنہوں نے فضل و شرف اور عبادت گزاری میں سبقت حاصل کی، جن کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے۔

خاوند نامدار:

میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جن کا اصل نام خالد بن زید ہے، جو ام ایوب کے شوہر نامدار ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی کنیت سے اس قدر شہرت حاصل کی کہ اصل نام لوگ بھول گئے اور کنیت ان کے نام پر غالب آ گئی۔

سلسلۂ نسب:

خالد بن ولید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ جو قبیلہ بنی نجار سے تھے۔ ان کا خاندان مدینہ میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ مزید یہ کہ خود آپ کی شخصیت اس خاندان کے رئیس کی تھی۔ علاوہ ازیں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کا اس خاندان سے ننہالی رشتہ وقرابت بھی تھی، جس کی وجہ سے قبیلہ بنی نجار وہاں کے دیگر قبائل سے ممتاز ونمایاں تھا۔ ان تمام خصوصیات کے باوجود جب آپ کو اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ کا شرف مل گیا تو آپ کو میزبان رسول کا خطاب ومقام ومرتبہ بھی حاصل ہو گیا۔

خاوند و بیوی دونوں کا قبول اسلام:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ان چند مخصوص صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے عقبہ کی گھاٹی میں پہنچ کر رسول اکرم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نبی کے ہاتھ پر بیعت کا شرف ملا۔ الحاصل یہ کہ جب وہ وہاں سے شمع ایمان کی لو لگا کر لوٹے تو ان کے ایمانی جذبے اور حوصلے نے اس قدر جوش مارا کہ گھر آ کر اہل وعیال، اعزہ وا قارب، دوست واحباب سبھی کو اس نعمت عظیمہ سے بہرہ ور اور روشناس کرایا اور یہی وہ مبارک موقع تھا جب ان کی اہلیہ محترمہ ام ایوب بھی نعمت اسلام سے سرشار ہو گئیں۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب سے سیدہ ام ایوب نے (ہجرت سے قبل) اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تو خیر و برکت ان کے گھر کا مقدر بن گئی۔

بوقت ہجرت رسول کی میزبانی کا شرف:

اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ کے ہجرت کر کے

مدینہ میں پہنچنے کا تذکرہ صاحب الرحیق المختوم مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے یوں کیا ہے:

انصار اگر چہ بڑے دولت مند نہ تھے لیکن ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس کے یہاں قیام فرمائیں، چنانچہ آپ انصار کے جس محلّہ سے گزرتے وہاں کے لوگ آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لیتے اور عرض کرتے کہ تعداد وسامان اور ہتھیار وحفاظت فرش راہ ہیں، تشریف لائیے مگر آپ ﷺ فرماتے کہ اونٹنی کی راہ چھوڑ دو۔ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے، چنانچہ اونٹنی مسلسل چلتی رہی اور اس مقام پر پہنچ کر بیٹھ گئی جہاں آج مسجد نبوی ہے لیکن آپ نیچے نہیں اترے یہاں تک کہ وہ اٹھ کر تھوڑی دور گئی پھر مڑ کر دیکھنے کے بعد پلٹ گئی اور اپنی پہلی جگہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپ نیچے تشریف لائے۔ یہ آپ کے نہال والوں یعنی بنونجار کا محلّہ تھا اور یہ اونٹنی کے لئے محض توفیق الٰہی تھی، کیونکہ آپ ﷺ نہال میں قیام فرما کر ان کی عزت افزائی کرنا چاہتے تھے۔ اب بنونجار کے لوگوں نے اپنے گھر لے جانے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی لیکن ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے لپک کر کجاوہ اٹھا لیا۔ (زاد المعاد: ۲/ ۵۵، رحمۃ للعالمین: ۱/ ۱۰۶)

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہمارے کس آدمی کا گھر زیادہ قریب ہے؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا اے اللہ کے رسول ہے، یہ رہا میرا مکان اور یہ رہا میرا دروازہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور ہمارے قیلولہ کی جگہ تیار کرو۔ انہوں نے کہا: آپ دونوں حضرات تشریف لے چلیں، اللہ برکت دے۔ (صحیح بخاری: (۱/ ۵۵۶)

جمعہ کے بعد نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اسی دن اس شہر کا نام یثرب کے بجائے مدینۃ الرسول یعنی شہر رسول پڑ گیا، جسے مختصر مدینہ کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت روشن اور تابندہ تاریخی دن قرار پایا گلی کوچے تقدیس وتحمید کے کلمات سے گونج رہے تھے اور انصار کی بچیاں خوشی ومسرت سے ان اشعار کو گنگنا رہی تھیں:

أشـــرق البـــدر عـلـيـنـــا
مـــن ثـــنـيـــات الـــوداع

سوئے جنوب پہاڑوں سے چودہویں کا چاند ہم پر طلوع ہوا

علامہ سبکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

نـزلـت على قوم بأيمن طائر
لأنك ميـمون السنا والنقيبة
فيا لبني النجار من شرف به
يجرون أذيال المعالي الشريفة

آپ ﷺ مبارک سفر فرما کر ایک قوم پر نازل ہوئے، اس لئے کہ مبارک بلندیوں اور اچھے حسب ونسب والے ہیں۔ بنونجار کو یہ شرف مبارک ہو۔ انہوں نے نبی کی ضیافت ومیزبانی کا شرف حاصل کر کے بلندیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ الغرض اس شاندار طریقے سے انصار مدینہ نے نبی کریم کا استقبال فرمایا۔ سب انصار آپ کے اردگرد جمع ہو گئے، ہر ایک اونٹنی کی لگام پکڑے ہوئے یہ امید کئے ہوئے تھا کہ آپ اس کے یہاں رہائش اختیار کریں۔ آپ ان سے فرماتے تھے: "خـلـوا سبيـلهـا فـإنهـا

مأمورة". اس کی راہ چھوڑ دو یہ حکم کی پابند ہے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ جلدی سے آگے بڑھے اور نبی کی سواری کی لگام پکڑی اور اپنے گھر لے آئے۔ اس موقع پر اللہ کے رسول نے فرمایا: "المرء مع من أحب".

اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ جب ان کے گھر تشریف لے گئے تو ان کی خوشی و مسرت کا ٹھکانہ نہ رہا۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

بنونجار کی بچیاں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی و مسرت کے ترانے گا رہی تھیں۔

نحن جوار من بني نجار
يا حبذا محمد من جار

ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں۔ کتنی خوشی کی بات ہے کہ محمد ﷺ ہمارے پڑوسی ہیں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا گھر دو منزلہ تھا اور اس طرح دو کمرے تھے، ایک نیچے اور دوسرا اس کے اوپر۔ جب اللہ کے حبیب جناب محمد ﷺ کی تشریف ان کے گھر ہوئی تو آپ نیچے والے کمرے میں رہائش پذیر ہو گئے۔ بہر حال حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ان سے درخواست کی کہ حضور آپ اوپر والے کمرے میں تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا: "إن أرفق بنا وبمن يغشانا أن نكون في سفل البيت. ہمارے اور ہمارے پاس آنے والوں کے لئے نچلے کمرے میں رہائش زیادہ مناسب ہے۔

اور پھر ہوا یہ کہ ابوایوب اور ام ایوب دونوں میاں بیوی اوپر والے کمرے میں بادل ناخواستہ چلے گئے، لیکن کسی کو نیند نہیں آ رہی تھی اس ڈر سے کہ کہیں ذرا سی بھی حرکت ہوئی تو چھت کی مٹی اڑ کر نبی کے لئے باعث تکلیف نہ ہو جائے اور اس پر مزید یہ حادثہ پیش آیا کہ پانی کا مٹکا ٹوٹ گیا اور پھر وہ دونوں میاں بیوی اپنی اسی چادر سے پانی خشک کرنے لگے جس کو اوڑھ کر وہ سردی سے بچاؤ کرتے تھے۔ اس لئے کہ انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں پانی ٹپک کر رسول اللہ ﷺ کے لئے اذیت کا باعث نہ بن جائے۔

بہر حال اس کے بعد صبح دم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول سے دوبارہ درخواست فرمائی: یا رسول اللہ! یہ مناسب نہیں کہ میں اوپر رہوں اور آپ نیچے۔ لہٰذا آپ اوپر تشریف لے چلیں۔ آخر کار اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ ان کے اس مطالبے کو منظور کرتے ہوئے اوپر والی منزل میں چلے گئے۔ اور پھر اس کے بعد خاوند و بیوی ام ایوب دونوں کے دل خوش ہو گئے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور اس طرح رسول اکرم کی خوشنودی ان کے حصے میں آ گئی۔ (السيرة النبوية :۱/ ۴۹۸، ۴۹۹، الاصابہ: ۱/ ۴۰۵)

برکت کی تلاش:

آنحضرت ﷺ جب تک ام ایوب رضی اللہ عنہا کے یہاں رہے، وہ دونوں میاں بیوی برکت کی تلاش میں رہتے تھے اور جب نبی کریم ﷺ کھانے سے فراغت کے بعد برتن واپس بھیجتے تو آپ کی انگلیوں کے نشان کھانے کے برتن میں تلاش کرتے اور وہیں سے بچا ہوا کھانا تناول فرما لیتے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے ہیں:

ہم نبی کریم ﷺ کے لئے شام کا کھانا تیار کر کے آپ کے پاس بھیجتے اور جب آپ کے پاس سے بچا ہوا کھانا ہمارے پاس آجاتا تو میں اور میری بیوی برتن میں وہ جگہ تلاش کرتے جہاں آپ کی انگلیوں کے نشانات ملتے ہوں اور پھر ہم دونوں اسی جگہ سے کھانا کھاتے تا کہ برکت حاصل کر سکیں۔ ایک روز ہم نے آپ کو رات کا کھانا بھیجا جس میں پیاز یا لہسن کا استعمال ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے کھانا واپس آیا اور اس میں ہم نے آپ کی انگلیوں کے نشانات نہ پائے تو میں گھبرایا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ نے کھانا کچھ کھائے بغیر واپس کر دیا۔ اس میں آپ کی مبارک انگلیوں کے نشان بھی نہیں دکھائی دیتے، یعنی آپ نے کھانا تناول نہیں فرمایا۔

آپ نے جواب میں فرمایا: کھانے میں لہسن تھا اور میں لہسن نہیں پسند کرتا۔ ابوایوب نے کہا: فإنی أكره ما تكره يا رسول الله! جو چیز آپ کو ناپسند ہو میں بھی اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ رسول نے فرمایا: میں اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہوں، البتہ آپ لوگ اسے کھا لیا کرو۔ حضرت ابوایوب کہتے ہیں اس دن ہم نے یہ کھانا کھا لیا لیکن اس کے بعد یہ پودا (لہسن یا پیاز) ہم نے کھانے میں استعمال نہیں کیا۔

ام ایوب اور رسول کریم ﷺ کا کھانا:

حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا کے اندر یہ خوبی تھی کہ ان کی دلی خواہش ہوتی کہ کسی طرح ان کو اندازہ ہو جائے کہ اللہ کے حبیب رسول کریم ﷺ کو کون سا کھانا زیادہ پسندیدہ ہے۔ علامہ بلاذری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سات ماہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں بطور مہمان قیام فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اس پوری مدت میں کبھی بھی اللہ کے رسول نے یہ فرمائش نہیں کی کہ میرے لئے یہ خاص کھانا تیار کیا جائے اور نہ ہی حضور ﷺ نے اس پورے عرصے میں کھانے میں کبھی کسی قسم کا کوئی عیب یا نقص نکالا لیکن ابوایوب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ رات کو میں آپ ﷺ کے پاس تھا، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیالے میں کھانا آیا۔ غالباً اس میں شوربہ تھا، آپ نے اسے بڑی رغبت اور مزے سے کھایا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی ان کو اس رغبت سے کھاتے پیتے نہیں دیکھا۔ اس کے بعد ہم بھی ویسا شوربہ تیار کرنے لگے اور کبھی ہریسہ تیار کرتے، ہم نے محسوس کیا کہ آپ کو یہ کھانا پسند ہے۔ آپ کی خدمت میں ہمیں پانچ چھ سے دس ماہ تک کھانا پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔

ابوایوب (رضی اللہ عنہ) کہاں ہے؟

ایک روز دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے گھر سے باہر آئے، تینوں کو بھوک لگی ہوئی تھی، تینوں لوگ حضرت ابوایوب کے دروازے پر تشریف لے کر گئے۔ حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا باہر آئیں اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو اُھلاً وسھلاً کہا۔ نبی ﷺ نے پوچھا کہ ابوایوب کہاں ہیں؟ ابوایوب نے سن لیا، وہ نخلستان میں

کام کر رہے تھے۔ جلدی سے آئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ اور ان کے رفقاء کو اُھلا وسھلاً کہا پھر وہ چلے گئے اور کھجور کا ایک خوشہ توڑ لائے جس میں ہر قسم کی کھجوریں تھیں، خشک، تر سبھی قسم کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ما أردت إلى هذه إلا جنيت لنا من تمرة" انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کو جو کچھ پسند ہو کھائیں، میں آپ کے لئے جانور ذبح کرتا ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا: آپ جانور ذبح کرنا چاہتے ہیں تو دودھ دینے والا جانور ذبح نہ کریں۔ انہوں نے ایک جانور پکڑا اور اسے ذبح کر ڈالا اور ام ایوب رضی اللہ عنہا سے کہا: آٹا گوندھو اور روٹی پکاؤ۔ آپ روٹی پکانا خوب جانتی ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے نصف جانور کے گوشت کا سالن تیار کیا اور نصف گوشت سوکھا بھون لیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو انہوں نے کھانا نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رکھا۔ آپ نے بھنے ہوئے گوشت کا ٹکڑا روٹی پر رکھا اور فرمایا: ابوایوب اسے میری بیٹی فاطمہ کے پاس پہنچا دو، اس نے اس قسم کا کھانا کئی روز سے نہیں کھایا ہے اور پھر وہ کھانا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئے۔

جب کھانا کھا چکے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: روٹی، گوشت، خشک کھجور، ڈوکہ اور تر کھجور، واہ واہ! کیا نعمتیں ہیں اور یہ کہتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور پھر اس موقع پر فرمایا:

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا۔ یہ بات ساتھیوں کے دل پر بڑی گراں گزری تو آپ نے مزید ارشاد فرمایا: جب تمہیں اس قسم کی نعمتیں میسر آئیں، تمہارے ہاتھ لگیں تو تم بسم اللہ کہو، جب خوب سیر ہو جاؤ تو یہ کلمات کہو: "الحمد لله الذى هو أشبعنا وأنعم علينا فاضل" تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں خوب سیر کیا اور ہمیں اپنی نعمتیں عطا کیں اور فضل وشرف سے نوازا۔ یہ دعا پڑھ لو گے تو تمہارے لئے کافی ہو جائے گی۔

(حیاۃ الصحابۃ: ۱/ ۴۵۷، ۴۵۸)

ام ایوب رضی اللہ عنہا اور واقعہ افک:

عہد رسول میں جب واقعہ افک رونما ہوا۔ افک کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ کسی واقعہ یا کسی بات کو الٹ پلٹ کر بیان کرنا۔ اسی مناسبت سے اس کے معنی جھوٹ اور افتراء کئے جاتے ہیں۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی کا سانحہ جب پیش آیا۔ اس کی زد میں بہت سے صحابہ اور صحابیات غلط فہمی کا شکار ہوئے، لیکن ایسے موقع پر بھی حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا کا موقف بہت واضح اور روشن رہا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعریف وتوصیف میں بڑے پراعتماد لہجے میں ایسے کلمات کہے کہ وہ معطر شہادت ہر دور میں اپنی خوشبو پھیلاتی رہی۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا سے کہا: دیکھ رہی ہو کیسی کیسی افواہیں پھیلائی جارہی ہیں؟ تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا: اے ام ایوب سچ بتا اگر صفوان بن معطل کی جگہ

میں ہوتا تو کیا یہ گمان کرسکتی ہے کہ میں حضور کی حرم پاک کے ساتھ ایسا کرتا؟ تو ان کی بیوی نے جواب دیا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جگہ میں رسول اللہ کی بیوی ہوتی تو اللہ کی قسم! میں کبھی ایسی خیانت نہیں کرسکتی تھی، تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو مجھ سے بدر جہا بہتر ہیں۔ بھلا کیوں کر ممکن ہے کہ یہ دونوں ایسی خیانت کر سکتے ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ: ۶۰/۸، السیرۃ الحلبیۃ: ۶۲/۲)

مفسرین ومورخین نے اپنی کتابوں میں یہ واقعہ بیان کیا ہے اور اکثر نے ام ایوب کے موقف کو سراہا ہے۔

انہوں نے اپنے خاوند سے کہا: اے ابوایوب کیا تم سنتے نہیں کہ لوگ کیا بیان کرر ہے ہیں؟

ابوایوب نے کہا: کیا باتیں کرر ہے ہیں؟

تو انہوں نے بہتان تراشی کرنے والوں کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم اس قسم کی باتیں کریں۔ سبحان الله هذا بهتان عظيم سبحان اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

اللہ رب العالمین نے فرمایا: ﴿ولو لا إذ سمعتموه قلتم ما يكون لنا أن نتكلم بهذا سبحانك هذا بهتان عظيم﴾ (النور:۱۶) کیوں نہ اسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے بولنا زیب نہیں دیتا سبحان اللہ ! یہ تو ایک بہتان عظیم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳۷۳/۳، المغازی: ۴۳۴/۲)

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس واقعہ سے حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا کے تقوی اور اصابت رائے اور ان کی دور اندیشی کا اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کتنے دانشمندانہ اسلوب سے اس مناسبت سے اپنا موقف اختیار کیا اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعلق کسی بھی بدظنی کا احساس وتصور کئے بغیر انہوں نے نہایت ہی پاکیزہ موقف پیش کیا۔

احادیث کی روایت:

حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کا شمار ان صحابیات میں سے ہوتا ہے جنہوں نے نبی ﷺ سے احادیث کی روایت کی ہے۔ آپ کی مرویات میں سے ایک روایت ابن ماجہ میں ہے جو درج ذیل ہے: ام ایوب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا۔ اس میں کچھ لہسن وغیرہ ڈال دیا۔ آپ نے وہ کھانا نہیں کھایا اور یہ فرمایا کہ مجھے یہ ناپسند ہے کہ میرے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو تکلیف ہو۔ (البدایہ والنہایۃ: ۲۰۱/۳)

حضرت ام ایوب رضی اللہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

(۱) البداية والنهاية لابن كثير	۲۰۱/۳
(۲) الطبقات لابن سعد	۳۶۲/۸
(۳) الإصابة فی تمييز الصحابة	۴۰۵/۲
(۴) السيرة الحلبية	۲۶۷/۲
(۵) حياة الصحابة	۴۵۷/۱
(۶) صحابیات طیبات	۲۷۰-۸۰

☆☆☆

اخبار جامعہ

مولانا دل محمد سلفی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

برنامج إتقان کا دوسرا پروگرام:

"برنامج إتقان لتنمية المهارات العلمية والثقافية" کا دوسرا پروگرام 25 جولائی 2024م، جمعرات کے دن، نمازِ عشاء کے بعد ''قاعۃ المحاضرات'' میں بعنوان ''دفاعِ سنت'' زیر صدارت فضیلۃ الشیخ عبداللہ زبیر صاحب سلفی حفظہ اللہ منعقد ہوا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

پروگرام کا آغاز کلیۃ الشریعۃ سال اول کے طالب علم محمد مسعود الرحمٰن بن مجیب الرحمٰن کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ پھر عالم اول کے طالب علم فواد فوزان بن محمد زماں نے نعت نبی بہترین آواز و انداز میں پیش کی۔ اس کے بعد کلیۃ الشریعۃ سال اول کے طالب علم شرجیل انعام بن محمد انعام الحق نے "ووٹ کی شرعی حیثیت" کے عنوان پر ایک جامع تقریر کی اور خطیبانہ اسلوب وعلمی انداز میں عنوان کی وضاحت پیش کی۔ پھر کلیہ شریعہ سالِ سوم کے طالب علم صدر الاسلام بن صفدر علی نے ایک جامع اور مدلل مقالہ بعنوان": دستور ہند میں مسلمانوں کے حقوق " پیش کیا۔ بعد ازاں عالم اول کے طالب علم محمد شہباز بن محمد طاہر نے منظر بھوپالی کی نظم " طاقتیں تمہاری ہیں اور خدا ہمارا ہے" بہترین لب ولہجہ میں پڑھی۔

اس کے بعد جامعہ کے سینئر استاذ فضیلۃ الشیخ عبداللہ زبیر صاحب سلفی حفظہ اللہ نے صدارتی خطاب پیش فرمایا۔ جس میں انہوں نے پروگرام کے عنوان کی اہمیت و وقعت اور موجودہ حالات میں اس کی ضرورت وافادیت کو بتاتے ہوئے کہا کہ آج کا پروگرام الحمدللہ بڑا کامیاب رہا۔ نیز موضوع کی وضاحت کرنے میں طلبہ کی تیاری وکوشش قابل تعریف رہی۔ پھر طلبہ وجامعہ اور امت مسلمہ کے حق میں دعائیہ کلمات سے اپنا خطاب مکمل کیا۔

نظامت کا فریضہ محمد فیضان بن ریاست حسین (کلیۃ الشریعۃ سالِ سوم) نے بحسن وخوبی انجام دیا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی پینتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں جامعہ سلفیہ بنارس کے اساتذہ کرام کی نمائندگی:

بتاریخ ۹؍اور ۱۰؍نومبر ۲۰۲۴ء، بروز ہفتہ واتوار، رام لیلا میدان میں منعقد مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی پینتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس، بعنوان: ''احترام انسانیت اور مذاہب عالم'' میں جامعہ سلفیہ بنارس کی نمائندگی کے لئے محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ کے حسب ہدایت جامعہ کے درج ذیل تین ذمہ دار اساتذہ کرام حفظہم اللہ نے شرکت کی۔

-فضیلۃ الدکتور عبدالصبور ابوبکر صاحب مدنی (نائب شیخ الجامعہ)
-فضیلۃ الشیخ محمد ایوب صاحب سلفی (اڈیٹر ماہنامہ محدث بنارس)
-راقم الحروف (ابوصالح دل محمد سلفی، مدیر العلاقات العامۃ)

ناسازیٔ طبع کی وجہ سے محترم ناظم اعلی صاحب حفظہ اللہ کانفرنس میں شریک تو نہیں ہو سکے تھے۔ لیکن آپ نے اپنا پیغام پینتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے شرکاء کے نام ارسال فرما دیا تھا۔ جسے راقم الحروف (ابوصالح دل محمد سلفی) نے کانفرنس کی پہلی نشست کے اخیر میں پڑھا۔ محترم ناظم اعلی صاحب کا پیغام درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے ناظم اعلیٰ کا پیغام شرکائے آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے نام)

الحمد لله وكفى والصلاة و السلام على رسوله المصطفى محمد و على آله و صحبه ومن اهتدى بهديه فاهتدى۔ امابعد:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ تمام لوگوں کو اپنی رحمت سے نوازے اور ہم سب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں صراط مستقیم پر قائم ودائم رکھے۔آمین

بھائیو! مسلک اہلحدیث کو سمجھو! اور اس کو اپنے حسنِ کردار و اعلی اخلاق اور نیک اعمال سے مضبوط کرو۔ آج دنیا اہلحدیثوں کو سب سے زیادہ ٹارگٹ کرتی ہے۔ کیوں کہ کتاب وسنت پر مبنی ان کے دلائل و براہین سے اِن کے خیموں میں بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔کوئی بھی صاحب عقل وصاحب علم، جب اہل حدیث کے عقائد اور ان کے مسائل کے دلائل کو پڑھتا ہے تو وہ انکار نہیں کرسکتا ہے، اِس وقت پوری دنیا میں لوگ مسلکِ اہل حدیث کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین وشریعت جو اللہ نے انسانیت کی لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے،اس کو اپنانے میں اہل حدیث سب سے قریب ہیں۔

دین اسلام 23 سال میں مکمل ہوا، اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تھے، جنہوں نے دنیا میں اس کو پھیلایا اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے دنیا میں ظلم وزیادتی، ناانصافی اور انسانوں میں تفریق کو ختم کیا۔اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا دین، اسلام ہے۔ جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت رسول اللہ کے انسانوں تک پہنچایا اور جو پہلی ٹیم صحابہ کرام کی تیار کی۔وہ ہر طرح سے دل کے پاک، زبان کے سچے، عمل میں مخلص اور اخلاق میں سب سے بلند مقام پر فائز تھے۔

اہل حدیث انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا آئیڈیل اور نمونہ سمجھتے ہیں، جس طرح سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی اتباع و پیری کی، وہی راستہ وہی طریقہ ہمارے لئے اسوہ ہے کہ ہم بھی انہیں کی طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری کریں۔

جب ہر جگہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر تقلیدی فقہ اور علم کلام پڑھایا جاتا تھا، ایسے میں کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ کی تعلیم کو اہل حدیثوں نے رائج کیا، اور اپنے مدارس کا نصاب اسی بنیاد (کتاب وسنت) پر قائم کیا۔ اور علمائے اہل حدیث آج بھی پوری دنیا میں قال اللہ وقال الرسول کی صدا عام کررہے ہیں۔

میرے بھائیو! ہر عام وخاص کو اپنے دین پر قائم رہنا چاہئے، آپ علماء کی قدر کریں، دینی اداروں کی بھرپور مدد کریں، اپنے بچوں کو دین ودنیا کی تعلیم سے آراستہ کریں۔ جہالت کو ختم کریں، بے جا چیزوں میں اپنے پیسے نا لگا کر بچوں اور بچیوں کو اعلی تعلیم واخلاق سے آراستہ کریں، یہی عمل ہمیں دنیا وآخرت میں کامیاب کرے گا، اور اسی سے دونوں جہان میں عزت ملے گی۔

ظلم وزیادتی ہو، ظالمانہ دہشت گردی ہو، بے ایمانی و فساد ہو کوئی بھی شر کا کام ہو اسلام میں جائز نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیم آپس میں محبت و بھائی چارگی کی ہے۔ جو تاریکی سے روشنی کی طرف بلاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ"

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں سے خطاب کرکے فرمایا ہے: "الدِّينُ النَّصِيحَة"، قيل : لِمَنْ يارسول الله؟ دین خیر خواہی کا نام ہے، سوال کیا گیا کس کے ساتھ خیر خواہی کی جائے، اے اللہ کے رسول، ہمیں بتایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ" اللہ کے ساتھ، اس کی کتاب کے ساتھ، اس کے رسول کے ساتھ، مسلمانوں کے ائمہ و قائدین کے ساتھ، اور عام لوگوں کے ساتھ (مسلم:۵۵)

اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾ (النساء:۳۶)

ترجمہ: اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک واحسان کرو، اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے، اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے، اور ان سے جن کی ملکیت تمہارے ہاتھ میں ہیں، سب کے ساتھ اچھا سلوک واچھا برتاؤ کرو۔ اور یقین جانو اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور اپنی بڑائی پر فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

صحابہ کرام کا عمل و برتاؤ، ہر ایک کے ساتھ اچھا ہوا کرتا تھا، اسی وجہ وہ سے جہاں بھی گئے، لوگ ان کو دیکھ کر، ان کے اخلاق سے متاثر ہوکر مسلمان ہو جاتے تھے۔ خلفائے راشدین اپنے امراء کو اس بات کی سخت تاکید کرتے تھے کہ دوسرے مذاہب والوں کے ساتھ ان کا اخلاق سب سے بلند ہو۔ ان کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے سے سختی سے منع کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ اپنے حکام سے کہا کرتے تھے اسلامی سلطنت میں غیر مسلم کی حفاظت تمہاری ذمہ داری ہے۔ اگر کسی کی حفاظت اور اس کی عزت نفس کی حفاظت میں کوتاہی ہوتی تو اس سے لی ہوئی جزیہ کی رقم واپس کرادیا کرتے تھے۔

تاریخ اسلام میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا باب سب سے روشن ہے۔آج اس پر پھر بھی خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے، اگرآج کے اس کانفرنس سے اسلام کی رواداری کا سبق پھر سے یاد کرلیں، اور اپنا اخلاق وکردار سنوارلیں، اپنے بچوں اور بچیوں کی تربیت وتعلیم پر زیادہ سے زیادہ دھیان دینے لگیں، اپنی تعلیم گاہوں میں نظامِ تعلیم ومعیارِ تعلیم بہتر بنالیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کانفرنس کارآمد اور کامیاب ہے، اور یہی اس عظیم کانفرنس کا مقصد اور آپ کے عظیم اجتماع ماحصل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے ۔اور اس کانفرنس کے منتظمین وکارکنان، معاونین ورضا کاران اور شرکاء و مہمانان سب کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين. وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ کا جامعہ کے غیر تدریسی عملہ (اسٹاف رملازمین) کے ساتھ ایک اہم نشست:

بتاریخ ۲۰ نومبر ۲۰۲۴ء، بروز جمعرات، بمقام: دارالضیافۃ محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ کی طلب اور انہیں کی صدارت میں ایک اہم نشست کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں جامعہ کے غیر تدریسی عملہ (اسٹاف وملازمین) نے شرکت کی۔ اس نشست میں ذمہ دار اساتذۂ کرام میں فضیلۃ الدکتور عبدالصبور ابوبکر صاحب مدنی (نائب شیخ الجامعہ)، ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ صاحب مدنی (مدیرالتعلیم) اور راقم الحروف (ابوصالح دل محمد سلفی مدیرالعلاقات العامۃ) موجود تھے۔ محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ نے حمد وصلوۃ کے بعد درج ذیل ہدایات اور پند ونصائح کیں:

(۱) جامعہ کومعیاری ومنظّم کرنے اور اس کی ترقی میں آپ حضرات کا اہم کردار ہے، جامعہ آپ حضرات کا تہ دل سے شکر گزار ہے۔ آپ سبھوں کے اندر احساس ذمہ داری ہونا چاہئے۔ آپ میں سے جن کے ذمہ جو کام ہے، وہ اپنا کام اخلاص وایمانداری سے اداء کریں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔

(۲) آپ سبھی حضرات جامعہ میں مِل جُل کر اتفاق و اتحاد اور شفقت ومحبت کے ساتھ رہیں، آپس میں ایک دوسرے کی عزت کریں اور خیر خواہی سے پیش آئیں۔ یہی انسانیت کا تقاضہ ہے اور اسلام ہمیں اسی کی تاکید وتعلیم دیتا ہے۔

(۳) جناب ممتاز جونپوری صاحب آج سے آپ کے ہیڈ ونگراں ہوں گے، وہ آپ سب کی نگرانی کریں گے، آپ حضرات ان کی بات مانیں اور اپنے درپیش مسائل و

مشکلات کے لئے ان کی طرف رجوع کریں۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”إِنَّ اللّٰـهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ“ اللہ تعالیٰ جمیل اور خوبصورت ہے، اور جمال وخوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

لہٰذا آپ سبھی حضرات کو چاہئے کہ اپنے آپ کو صاف ستھرہ رکھیں، حتی الامکان بہتر سے بہتر لباس پہنیں۔ تاکہ جامعہ میں آنے والے مہمانانِ گرامی جامعہ سے اور آپ سے متعلق اچھا تأثر لے کر جائیں۔

یاد رکھیں! جامعہ میں آنے والے مہمان آپ کو دیکھتے ہیں۔ آپ کو تو کچھ نہیں کہتے ہیں۔ لیکن آپ کے تعلق سے دل میں تأثر لے کر جاتے ہیں۔

(۵) نماز پنجگانہ ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد وعورت پر فرض عین ہے، لہذا آپ حضرات جامعہ میں پابندی سے پانچوں نماز اداء کریں، اس میں کوتاہی وسستی ہرگز نہ کریں۔ کوتاہی کی صورت میں آخرت میں آپ کا سخت مواخذہ ہوگا۔

اخیر میں محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ نے تمام شرکائے مجلس سے فرمایا کہ آپ کو اگر کچھ کہنا ہے تو کھل کر مجھ سے اپنے مسائل ومشکلات کو پیش کریں۔

تمام حاضرین نے اپنے اطمنان کا اظہار کیا اور محترم ناظم اعلی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ پھر مٹھائی کے ڈبوں کی تقسیم کے ساتھ مجلس کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

☆☆☆

پہلے دعوت توحید

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے (یمن کے علاقے میں) بھیجا تو فرمایا: تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب سے ہیں، پس تم (سب سے پہلے) ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار کر لیں، اگر وہ بات مان لیں تو پھر ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو پھر ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر تقسیم کردی جائے گی۔ پس اگر وہ اس کو مان لیں تو (زکوٰۃ وصول کرتے وقت) ان کے عمدہ مال لینے سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا اس لئے کہ اس کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے (یعنی وہ فوراً مقبول ہوجاتی ہے، رد نہیں ہوتی)۔

(بخاری ومسلم)

باب الفتاویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ہم کرنول، آندھرا پردیش میں رہتے ہیں اور حکومتی ملازم ہیں، ہمارے پاس ایک جگہ ہے لیکن گھر بنانے کے لئے فی الحال پیسے نہیں ہیں، گھر کی اشد ضرورت ہے، کیا ہمارے لئے اسلامی نقطۂ نظر سے بینک سے قرض لینا جائز ہے؟

برائے کرم کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون اللہ الوھاب ومنہ الصدق والصواب.

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ سود حرام ہے، اس کی حرمت کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت وتحقق ہے۔اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: ﴿وأحل الله البيع وحرم الربا﴾ (البقرۃ:۲۷۵) یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیع (خرید وفروخت) کو حلال وجائز قرار دیا ہے اور سود کو ممنوع وحرام قرار دیا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:"اجتنبوا السبع الموبقات، قيل يا رسول الله ما هن؟ قال: الشرك بالله، ......وأكل الربا......الخ "(صحیح البخاری مع الفتح:۱۲/۴، وصحیح مسلم:۹۲/۱) یعنی سات باعث ہلاکت گناہوں سے بچو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے بچو اور......اور سود کھانے سے بچو......الخ۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ"إن النبي ﷺ لعن آكل الربا وموكله وشاهديه وكاتبه "(صحیح البخاری مع الفتح: ۲۱۷/۷، وصحیح مسلم: ۲۱۹/۳) یعنی آپ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے معاملات پر بننے والے دونوں گواہوں اور اس کے معاملات کے لکھنے والے پر لعنت کی ہے۔

اس حدیث پاک میں لعنت کا لفظ استعمال ہوا ہے اور لعنت ایسی ہی چیز کے کرنے پر ہوتی ہے جو حرام ہو، معلوم ہوا کہ سود حرام ہے، اس کی حرمت پر امت کا اجماع بھی ہے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:"الآخذ والمعطي فيه سواء"(صحیح مسلم:۱۵۸۴) یعنی سود لینے والا اور سود دینے والا گناہ میں برابر ہے۔

ان تمام نصوص صحیحہ وادلہ ثابتہ سے واضح طور پر یہ بات منکشف ہوگئی کہ سود قطعی طور پر حرام ہے، اس لئے آپ ایسے بینک سے لون (قرض) نہیں لے سکتے جہاں آپ کو سود دینا پڑے، آپ کے پاس اگر بال بچوں کے سر چھپانے

کے لئے مکان نہیں ہے تو آپ اپنا کوئی سرمایہ بیچ کر اس کا انتظام کریں اور اگر کوئی سرمایہ ایسا نہیں ہے جسے بیچا جا سکے تو کسی ایسی جگہ سے قرض لیں جہاں آپ کو سود نہ دینا پڑے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں (جہاں آپ کو اپنے بال بچوں کے لئے سر چھپانا ضروری ہو) تو آپ مستحقین زکوٰۃ میں سے ہیں۔

آپ اس ضرورت ملجئہ کے لئے زکاۃ سے فنڈ لے کر اس لابدی ضرورت کی تکمیل کر سکتے ہیں، یعنی ایسی ضرورت جو انسان کے لئے لابدی اور ضروری ہو، اور اس کی تکمیل کی انسان کے پاس طاقت نہ ہو، تو ایسی صورت میں صرف ضرورت بھر زکاۃ سے تعاون لیا جا سکتا ہے، بہر حال صورت مسئولہ میں آپ سودی بینک سے سود پر قرض نہیں لے سکتے۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

ابوعفان نورالہدیٰ عین الحق سلفی

☆☆☆

توبہ کی فضیلت

حضرت ابوحمزہ انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خادم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی جنگل بیابان میں اپنا اونٹ گم کر کے پھر پالیا ہو۔ (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے جب وہ اس کی طرف توبہ کرتا ہے، اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی جنگل بیابان میں اپنی سواری پر سوار ہو اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان بھی ہو کہ وہ سواری اس سے چھوٹ جائے (تلاش بسیار کے بعد) وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے تلے آ کر لیٹ جائے جب کہ وہ سواری سے مایوس ہو چکا ہو کہ اتنے میں اچانک وہ سواری اس کے سامنے آ کھڑی ہو۔ وہ اس کی مہار پکڑ کر خوشی کی شدت میں کہہ ڈالے 'اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب' فرط خوشی میں وہ غلطی کر جائے۔

PRINTED BOOK

ISSN 2394-0212

November & December 2024

Vol.XL1 No.11-12

R.No. 40352/81

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

Website: www.mohaddis.org

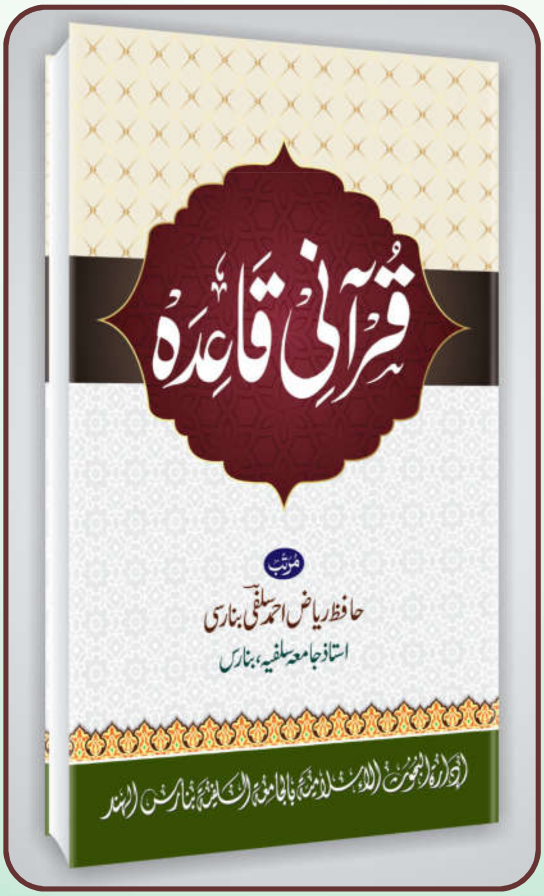

Published by: Obaidullah Nasir, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama

B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi, Edited by: Mohammad Ayoob Salafi

Printed at Salafia Press, Varanasi.